ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

04

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32 واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

یکم تا 7 رجب المرجب 1444ھ / 24 تا 30 جنوری 2023ء

پہلی اور آخری کتاب

تاریخ عالم میں پہلی مرتبہ قرآن نے کائنات میں غور وفکر کی دعوت دی۔ یہ پہلی اور آخری مذہبی کتاب ہے جس نے یہ کہا کہ اللہ کی ہستی کا ثبوت تمہارے اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے: ﴿سَنُرِیۡہِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَہُمۡ اَنَّہُ الۡحَقُّ﴾ (حم السجدۃ:53) ”عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی' یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہی بات حق ہے!“ اور جب قرآن حق ہے تو کوئی اس کا نازل کرنے والا بھی ہے اور وہ بھی حق ہے۔ عوام الناس کے لئے یہ دلیل دی: ﴿اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ﴾ (ابراہیم:10) ”کیا اللہ کی ہستی میں شک ہو سکتا ہے؟ وہی تو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔“

قرآن دنیا میں پہلی مذہبی کتاب ہے جس نے صاحبانِ عقل وفہم و ذکر وفکر کو کائنات میں تعقل' تفکر' تدبر اور تفقہ کی دعوت دی۔ قرآن کی عظمت کا اندازہ صرف مذاہبِ عالم کی مذہبی کتابوں کے تقابلی مطالعے سے ہو سکتا ہے۔ پاکستان میں سب کچھ ہے لیکن کسی یونیورسٹی میں مذاہبِ عالم کے تقابلی مطالعے کا کوئی خاص شعبہ نہیں ہے۔

قرآن کے سوا کسی مذہبی کتاب نے باطن (ذہن) اور خارج (عالم رنگ و بو) میں اتنا بڑا انقلاب پیدا نہیں کیا۔ قرآن پہلی کتاب ہے جس نے برہان کو کسی دعوے کی صحت کا معیار بنایا۔ اسلام سے پہلے دنیا کے تمام مذاہب برہان کے نام سے نا آشنا تھے۔ ہندومت' جین مت' بدھ مت' زرتشتیت' مینکی ازم' متھرا ازم' باطنیت' یہودیت اور عیسائیت' ان میں سے کسی مذہب نے دلیل و برہان کی دعوت نہیں دی۔

قرآن دنیا میں پہلی اور آخری کتاب ہے جس نے عقل کی تسلی کا سامان مہیا فرمایا۔ (1) دعویٰ کیا تو دلیل بھی دی' تاکہ عقل مطمئن ہو سکے اور آپ قبول کر سکیں (2) حکم دیا تو اس کی لِم بتائی' تاکہ عقل مطمئن ہو سکے اور آپ عمل کر سکیں۔ مثلاً قرآن نے کہا خدا دو نہیں ہو سکتے تو اس پر برہان بھی پیش کی: ”لَفَسَدَتَا!“ قرآن نے حکم دیا روزہ رکھو تو لِم بھی بتادی: لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝

ماخذ: حکمت قرآن' مارچ 2004ء
تحریر: پروفیسر یوسف سلیم چشتی

اس شمارے میں

اخلاقی انحطاط

معیشت کی تنگی کا اصل سبب

عالم اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشیں (2)

امیر سے ملاقات (10)

پاکستان کے مسائل کا حل جمہوریت، آمریت یا کچھ اور؟

جو گناہ کریں وہی معتبر....

الہدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمد 1020

قومِ لوط کی بدکاری اور حضرت لوط علیہ السلام کی دعا

سُورۃُ الشُّعراء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:166تا171

وَ تَذَرُوۡنَ مَا خَلَقَ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوۡا لَئِنۡ
لَّمۡ تَنۡتَہِ یٰلُوۡطُ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِیۡنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّیۡ لِعَمَلِکُمۡ مِّنَ الۡقَالِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾ؕ رَبِّ
نَجِّنِیۡ وَ اَہۡلِیۡ مِمَّا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیۡنٰہُ وَ اَہۡلَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۷۰﴾ۙ اِلَّا عَجُوۡزًا فِی الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۱۷۱﴾ۚ

آیت:۱۶۶ ﴿وَتَذَرُوۡنَ مَا خَلَقَ لَکُمۡ رَبُّکُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ ؕ﴾ ’’اور تم چھوڑ دیتے ہو جن کو تمہارے لیے پیدا کیا ہے تمہارے رب نے تمہاری بیویوں میں سے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑوں کے لیے عورتیں پیدا کی ہیں۔ انہیں چھوڑ کر تم اپنی شہوت کا تقاضا مردوں سے پورا کرتے ہو۔

﴿بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ ﴿۱۶۶﴾﴾ ’’بلکہ تم تو حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔‘‘

آیت:۱۶۷ ﴿قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ یٰلُوۡطُ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِیۡنَ ﴿۱۶۷﴾﴾ ’’انہوں نے کہا کہ اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو یہاں سے نکال باہر کیے جاؤ گے۔‘‘

اگر آپ اپنی اس وعظ و نصیحت سے اور ہم پر تنقید کرنے سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے۔

آیت:۱۶۸ ﴿قَالَ اِنِّیۡ لِعَمَلِکُمۡ مِّنَ الۡقَالِیۡنَ ﴿۱۶۸﴾﴾ ’’اُس نے کہا کہ میں تو تمہارے ان طور طریقوں سے سخت بے زار ہوں۔‘‘

آیت:۱۶۹ ﴿رَبِّ نَجِّنِیۡ وَ اَہۡلِیۡ مِمَّا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾﴾ ’’پروردگار! تو نجات دے مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے عمل سے۔‘‘

آیت:۱۷۰ ﴿فَنَجَّیۡنٰہُ وَ اَہۡلَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۷۰﴾﴾ ’’تو ہم نے نجات دی اُس کو بھی اور اُس کے سب گھر والوں کو بھی۔‘‘

آیت:۱۷۱ ﴿اِلَّا عَجُوۡزًا فِی الۡغٰبِرِیۡنَ ﴿۱۷۱﴾﴾ ’’سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں میں تھی۔‘‘

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو آپ پر ایمان نہیں لائی تھی‘ پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھی۔

درسِ حدیث

نفع و نقصان اللہ کے ہاتھ میں

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ جَاءَ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ: ((اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ)) (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حرم میں جب) حجر اسود تک آئے تو اسے بوسہ دیا اور فرمایا ’’میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نہ تو کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

اخلاقی انحطاط

اگر چہ ایک عام تصور کے مطابق دنیا میں پاکستان اور اسرائیل دونوں کو مذہبی نظریاتی ریاستیں سمجھا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں صرف پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہے، اسرائیل تو حقیقت میں ایک نسلی ریاست ہے۔ جب کہ عملی طور پر پاکستان ایک ایسی سیکولر ریاست دکھائی دیتی ہے جسے رسمی طور پر اسلامی ٹچ دیا گیا ہے اور اسرائیل عملی طور پر ایک مذہبی ریاست کے طور پر فنکشنل ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ تقسیم ہند کے وقت یہ بات بڑے زوردار انداز میں سامنے آئی تھی کہ پاکستان مکمل طور پر اسلامی ریاست ہوگی اور بھارت سیکولرازم کا سمبل ہوگا۔ لیکن عجب بات یہ ہوئی کہ پاکستان عملاً سیکولرازم کی راہ پر گامزن ہے اور بھارت آج ایک خالص ہندو مذہبی ریاست کے طور پر اُبھر کر سامنے آیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آج بھارت میں ہندوازم ایک ڈیپ سٹیٹ کی حیثیت رکھتا ہے تو اس میں رتی بھر مبالغہ نہیں ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اس خطے میں بلکہ اس دنیا کے طول وعرض میں کہیں کوئی باقاعدہ حقیقی اسلامی ریاست دور دور تک نظر نہیں آتی۔ نہ اُس عرب میں جو اسلام کی جنم بھومی ہے اور نہ اُس ایران میں جہاں کے اسلامی انقلاب کا دنیا میں بڑا چرچا ہوا تھا۔ ہماری اولین فکر پاکستان کے حوالے سے ہونی چاہیے جو 1947ء میں اپنا مطلب لا الٰہ الا اللہ بتاتے ہوئے وجود میں آیا۔ 1949ء میں اسمبلی میں قرارداد مقاصد کی منظوری سے پاکستان کی سمت قانونی طور پر متعین کردی گئی۔ 1951ء میں تمام مسالک اور مکاتب فکر کے 31 علماء نے 22 نکات پر مشتمل ایک متفقہ دستاویز پر دستخط کر کے اُن حیلہ سازوں کو دندان شکن جواب دے دیا جو کہتے تھے کہ اتنے فرقے ہیں کس کا اسلام نافذ ہوگا۔ گویا اللہ اور رسول ﷺ کے دیے ہوئے نظام کو پاکستان میں عملی شکل دینے کے لیے پیپر ورک مکمل ہو گیا تب ملکی اور بین الاقوامی تخریب کار حرکت میں آ گئے۔ لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا اور انگریز کی تیار کردہ سول سروس اور ملٹری بیوروکریسی کو ملک غلام محمد اور سکندر مرزا کی صورت میں میدان میں اُتارا گیا۔ جنہوں نے جاگیردار سیاست دانوں کی مدد سے اسلام کی راہ پر گامزن اس گاڑی کا رخ سیکولرازم کی طرف بڑی قوت سے موڑ دیا۔ بڑی بدقسمتی یہ ہوئی کہ پاکستان میں موجود اسلام کے نام لیواؤں نے اپنی تمام تر توجہ اپنے اپنے مسلک کی مساجد اور مدارس کی تعمیر و ترقی پر مرکوز کر دی اور اسلام کے حوالے سے وہ پیپر ورک جو بڑی محنت اور خلوص سے تیار کیا گیا تھا اُسے ایک نظام کی شکل دے کر عملاً نافذ کرنے کو اپنی ذمہ داری ہی نہ سمجھا بلکہ کچھ نے خود کو درس و تدریس تک محدود کر لیا اور کچھ نفاذِ اسلام کے لیے حصول اقتدار کو شرطِ اوّل قرار دے کر وقت کی حکومتوں کے سیاسی حریف بن کر میدان میں اتر گئے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو اگر اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہدف ہے تو اول الذکر نے جزوی کام پر توجہ دی اور آخر الذکر نے راستہ ہی غلط اختیار کر لیا۔ یقیناً حصول علم انتہائی قابل قدر ہے

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 رجب المرجب 1444ھ جلد 32
24 تا 30 جنوری 2023ء شمارہ 04

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

لیکن اگر باطل نظام غالب ہو اور یہ علم مجاہد بننے یا بنانے میں بُری طرح ناکام ہو تو پھر صرف فرقوں میں اضافہ ہوتا ہے اور اپنے مسلک کو اصل اسلام قرار دینے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ لہٰذا ساری ذہنی، فکری اور دوسری دستیاب صلاحیتیں اپنے مسلک کو برحق ثابت کرنے پر لگ جاتی ہیں۔

ہم اصولی اور تاریخی لحاظ سے یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتیں ماضی بہ حال ایسی غلطیوں کا ارتکاب کیے جا رہی ہیں جس سے نفاذِ اسلام کی منزل دور سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ یہ جماعتیں جب انتخابی میدان میں اُتریں تو اُنہوں نے سمجھا کہ جیسے اسلام کے نام پر پاکستان حاصل ہوگیا تھا۔ اسی طرح اب عوام کے سامنے اسلام کی محض قوالی کرکے پاکستان میں اقتدار بھی حاصل کیا جاسکتا ہے جو محض خوش فہمی تھی۔ اس لیے کہ اسلام کے نام پر ووٹ لینے کے لیے جس عوام نے ووٹ دینا تھا، اُسے اسلام کے حوالے سے ذہنی طور پر تیار ہی نہ کیا گیا۔ پھر یہ کہ اُس کے سامنے ایسا مثالی کردار ہی نہ پیش کیا گیا کہ لوگ دوسروں سے فرق محسوس کرتے بلکہ صرف کھوکھلے نعروں پر تکیہ کیا گیا۔ انتخابات میں جو طور طریقے دوسری قومی دھارے کی جماعت کے تھے وہی کچھ اسلامی سیاسی جماعتیں بھی کر رہی تھیں۔ نہ ایمان کی ایسی آبیاری کی گئی کہ لوگ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیں پھر یہ کہ نہ اسلامی فلاحی ریاست کا ایسا نقشہ پیش کیا گیا کہ لوگ سمجھتے کہ اسلام صرف چور کے ہاتھ کاٹنے اور شرابی کو کوڑے مارنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ امیر و غریب کے درمیان عدل کا قائل ہے۔ یہ انسانی خدمت کا دین ہے۔ اسلام ظالم سے مظلوم کا حق واپس دلانے کا حکم دیتا ہے۔ اسلام آجر اور اجیر، مزدور اور سرمایہ دار، مرد اور عورت میں عادلانہ توازن پیدا کرتا ہے۔

اسلام میں حاکم حقیقتاً خادمِ عوام ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس پاکستان کی تاریخ کو کھنگالیں تو ہماری مذہبی سیاسی جماعتوں کی ایسی تصویر ہرگز سامنے نہیں آتی کہ اُنہوں نے ہر قسم کے ذاتی اور سیاسی مفادات تج کرکے نہایت خلوص سے پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی حقیقی کوشش کی ہو۔ تحریک نظامِ مصطفےٰ ﷺ کا انجام اُن کے سامنے تھا جس میں عوام نے اسلام کے نام پر جان و مال کی بے دریغ قربانی دی۔ لیکن مذہبی سیاسی جماعتوں نے سول آمریت کو ختم کرکے فوجی آمریت کو قبول کرلیا۔ تحریک کو بھلا دیا اور فوجی آمر کے وزیر بن بیٹھے۔

KPK میں ایم ایم اے کو اقتدار ملا تو ان کے طرزِ حکومت میں اور دوسری غیر مذہبی جماعتوں کے رویے اور طور طریقے میں خاص فرق نہ تھا۔ صوبے میں اسلامائزیشن کو بھول گئے۔ آخری مہینوں میں جب اگلا الیکشن سر پر آیا تو حسبہ بل لے آئے جس کا سر پیر ہی نہ تھا اور عدالت نے اُسے ناقابلِ عمل قرار دے دیا۔ آئین میں سترہویں (17) ترمیم لانے کے وقت مشرف کی بالواسطہ مدد کی۔ تحفظِ نسواں بل اسمبلی میں آیا تو اُس کی شدت سے مخالفت کرنے کی بجائے اسمبلی سے واک آؤٹ کر دیا۔ گویا حکمران کو یہ کہنے کا موقع خود فراہم کر دیا کہ یہ قانون جو بنا ہے یہ Consensus سے بنا ہے۔

28 اپریل 2022ء کو وفاقی شرعی عدالت نے ربا کی حرمت کا فیصلہ دیا تو جس حکومت نے اس فیصلے کے خلاف اپیل کی اُس میں ملک کی ایک بڑی مذہبی سیاسی جماعت بھی شامل ہے۔ وہ جماعت اگر حکومت کو سپورٹ دینے سے انکار کر دے تو موجودہ حکومت چند گھنٹے نہیں نکال سکتی۔ حکومت سود کو جاری رکھنے کے لیے مختلف حربے اختیار کر رہی ہے اور ہماری یہ بڑی مذہبی سیاسی جماعت حکومت کا ستون بنی ہوئی ہے۔ کراچی کے حالیہ بلدیاتی انتخابات میں ایک مذہبی سیاسی جماعت نے میڈیا کے ذریعے جو انتخابی مہم چلائی اس سے وہ دوسری جماعتوں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئی گویا اسلامی سیاسی جماعتوں نے بہت سے ایسے کام کیے جس سے اُن کا اسلام پسند اور سیکولر جماعتوں سے فرق نظر نہیں آتا۔ سیکولر اور اسلام پسند جماعتوں سے مذہبی جماعتوں کا شکوہ بلکہ اُن پر الزام تھا کہ وہ جلسوں میں گانا بجانا کرتے ہیں، وہ سیاسی جلسوں میں گھٹیا اور فحش زبان استعمال کرتے ہیں۔ یقیناً وہ اس کے مرتکب ہو رہے ہیں اور مملکتِ خداداد پاکستان میں ایسی حرکات کی قطعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ خالصتاً مذہبی سیاسی جماعتیں اس معاملے میں بھی اُن پر سبقت لے جانا چاہتی ہیں۔

14 اگست کو حکومتی پارٹی نے ناچ گانے کی جو سرکاری محفل سجائی اُس کو مذہبی سیاسی جماعت کے وزراء نے پورے انہماک سے ملاحظہ کیا۔ اور جی ہاں جلسہ میں فحش گفتگو کرنے میں ایک مذہبی رہنما نے ''ٹاپ'' کیا اور ایسی زبان استعمال کی کہ اُس کو دہرایا بھی نہیں جاسکتا۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد اگر عوام سے مذہبی سیاسی جماعتیں یہ توقع رکھیں گی کہ کیونکہ ہمارے ساتھ اسلام کا لاحقہ یا سابقہ لگا ہوا ہے، لہٰذا عوام ہمیں ووٹ دے کر اقتدار پر فائز کردیں تو یہ بڑی خوش فہمی ہے۔

مذہبی سیاسی جماعتوں کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ان اسلامی سیاسی جماعتوں کے ذمہ داران کھلم کھلا کہہ رہے ہیں کہ اگر ہمیں انتخابات میں حصہ لینا ہے تو پھر وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو مروجہ سیاسی نظام میں عام انتخابات میں ہوتا ہے، شاید وہ دھاندلی کی بھی وکالت کر رہے ہیں۔ گویا اسلامی جماعتوں نے انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنا نظریہ عملی طور پر ترک کر دیا۔ اصل ہدف پیٹھ پیچھے پھینک دیا گیا اور جسے ہدف حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا تھا اُسے ہی اصلاً ہدف بنا لیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خسر الدنیا والا معاملہ تو صاف صاف نظر آرہا ہے کیونکہ انتخابات کے ذریعے کامیابی تو دور دور تک نظر نہیں آتی البتہ آخرت کے معاملے میں ہم واللہ اعلم کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے ہمیں صحیح راستہ اختیار کرکے خلوص سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

معیشت کی تنگی کا اصل سبب

(سورۃ طٰہٰ کی آیات 124 تا 126 کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 13 جنوری 2023ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج مطالعہ قرآن حکیم کے لیے سورۃ طٰہٰ کی تین آیات (124 تا 126) کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لیے دو سزاؤں کا اعلان کیا ہے جو اللہ کے ذکر (قرآن حکیم) سے منہ موڑ لیں، اسے پس پشت ڈال دیں، اسے سنجیدگی سے نہ لیں، اس کے لیے وقت نہ نکالیں، اس کے تقاضوں پر عمل کی کوشش نہ کریں۔ پہلی آیت میں فرمایا:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ (طٰہٰ:124)

''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی۔''

دنیا میں ان کی معیشت تنگ ہو جائے گی۔ دنیا کی زندگی اگرچہ عارضی ہے مگر اس کے حوالے سے یہ سزا بھی بہت سخت ہے۔ اس وقت جو مہنگائی کا طوفان ہے اس حوالے سے کوئی مرثیہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ دن رات یہ مرثیے ہم سن رہے ہیں۔ مگر اس کے اصل سبب کی طرف توجہ کم ہے۔ دیگر ہزاروں وجوہات گنوائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ کرپشن ہے، حکمرانوں کی نااہلی ہے اور عوام بھی بے قصور ہرگز نہیں، باہر والوں کا پریشر ہے، اندرونی سطح پر غلط فیصلہ سازی ہے، عدلیہ اور فوج نے اپنا کردار ادا نہیں کیا، سیاستدانوں کے مسائل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ظاہر کے اسباب ہیں۔ لیکن اصل سبب کیا ہے؟ یہ جاننے کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہے۔ جبکہ اس امت کی رہنمائی کے لیے جو کتاب عطا کی گئی تھی اس میں اللہ بتا رہا ہے کہ تمہاری اس تنگی کا اصل سبب یہ ہے کہ تم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا۔ ہم قرآن کے ماننے والے ہیں۔ اگر ہم اپنے معاملات قرآن کے ساتھ ٹھیک رکھیں گے تو ہمارے معاملات سدھریں گے کیونکہ ہم اللہ اور رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے اللہ کا قانون الگ ہے اسی لیے تو حدیث سنائی گئی تھی کہ:

''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بام عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل وخوار کردے گا'' (صحیح مسلم)

اس سے مراد امریکہ یا کافر نہیں ہیں وہ تو قرآن کو مانتے ہی نہیں۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کو دنیا میں سب کچھ کیوں مل رہا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اللہ نے تو فرعون کو بھی ملک اور بادشاہی عطا کی تھی۔ اللہ کافروں کو دنیا میں دولت دے رہا ہے، خوب دے رہا ہے لیکن آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں ہے۔ مگر امت مسلمہ کا معاملہ الگ ہے۔ یہ

مرتب: ابوابراہیم

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں لہٰذا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ، اللہ کے دین کے ساتھ وفاداری نبھائیں گے تو تب ہی ان کے معاملات سدھریں گے۔ اس نکتہ پر ہماری عظیم اکثریت سوچنے کے لیے تیار نہیں۔ ہمارے سینکڑوں ٹی وی چینلز پر اینکر اور ماہرین بیٹھ کر دنیا جہاں کے تجزیے کرتے ہیں مگر یہ جو قرآن حکیم یادی کی آنکھ اللہ نے ہمیں عطا فرمائی اس سے دیکھنے کے لیے ہماری عظیم اکثریت تیار نہیں۔

پھر پاکستان کا معاملہ باقی دنیا سے الگ ہے۔ یہ ملک اللہ سے اس وعدے پر حاصل کیا گیا تھا کہ ہم یہاں اللہ کے دین کا نفاذ کریں گے۔ اللہ نے یہ ملک ہمیں رمضان کی ستائیسویں رات کو عنایت فرما دیا۔ قرآن کریم کو بھی اللہ تعالیٰ نے رمضان کی ستائیسویں شب کو نازل فرمایا تھا۔ پھر باقی ممالک نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا صرف ہم نے کیا کہ اے اللہ! تیرے دین پر مملکت چاہیے جہاں قرآن وسنت کا نظام آئے گا۔ لیکن اس کے بعد ہم نے دین سے بے وفائی کی، اللہ کی کتاب سے منہ موڑ لیا۔ یہ ہے اصل سبب اس معاشی تنگی اور بحران کا جس میں آج ہمارا جینا مشکل ہو چکا ہے۔ سٹریٹ کرائم بڑھ رہے ہیں، چند سو یا ہزار کی خاطر لوگوں کی جانیں لی جا رہی ہیں، اب تو گھروں میں گھس کر ڈاکو لوٹ مار اور قتل وغارت گری کر رہے ہیں۔ سیلاب زدگان کو پوچھنے کے لیے کوئی تیار نہیں۔ یہ سب تنگی کا معاملہ ہے اور یہ سب کچھ اسی وجہ سے ہے کہ ہم نے قرآن کو فراموش کر رکھا ہے۔ عملاً قرآن حکیم کے احکامات کا نفاذ نہیں ہے۔ اس تجزیے کی طرف ہماری توجہ نہیں لیکن اللہ توجہ دلا رہا ہے۔

یہ تو ہے دنیا میں ان لوگوں کے لیے سزا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مانتے ہیں لیکن اللہ کی کتاب سے ہدایت نہیں لیتے، اس کو نظر انداز کرتے ہیں۔ دنیا کی زندگی بھی حقیقت ہے مگر آخرت کے مقابلے میں یہ ذرا بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ جبکہ آخرت کی زندگی دائمی ہے، وہاں ہمیشہ رہنا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے کے باوجود قرآن سے منہ موڑ رکھا ان کے لیے آخرت میں بھی اللہ کی طرف سے سخت سزا کا اعلان ہے۔ فرمایا:

﴿وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝﴾ (طٰہٰ:124)

''اور ہم اٹھائیں گے اسے قیامت کے دن اندھا (کرکے)۔''

یہ انفرادی طور پر ہر ایک مسلمان سے خطاب ہو رہا ہے۔ آخرت میں ہر ایک نے اپنا اپنا جواب خود دینا ہے، چاہے وہ حکمران ہو یا عوام میں سے ہو۔ کوئی کسی کو بچانے کے لیے وہاں پر نہیں آئے گا۔ یہ قرآن سب کے لیے ہدایت بنا کر اسی لیے بھیجا گیا ہے تاکہ ہم اس کی تعلیمات

کے مطابق زندگی گزاریں۔ آج ہم دنیا جہاں کے ذرائع ابلاغ سرچ کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں لیکن قرآن پڑھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا ہمارے پاس وقت نہیں ہوتا۔ مجھ سمیت ہر مسلمان کو فکر ہونی چاہیے کہ کہیں مجھے بھی اللہ ان لوگوں میں شامل نہ کر دے جن کو روز قیامت اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ تب بندہ التجا کرے گا ﴿قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝۱۲۵﴾ (طٰہٰ: 125) ”وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا ہے؟ جبکہ میں (دنیا میں) تو بینائی والا تھا۔“

آج ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟ آج امت کی راتیں کہاں بسر ہو رہی ہیں؟ اوقات کہاں لگ رہے ہیں؟ سب کو ہی معلوم ہے۔ لیکن جس ہدایت اور رہنمائی کو دیکھنا چاہیے اُس کو یکسر نظر انداز کیے ہوئے ہیں۔ روز قیامت بندہ کہے گا یارب میں تو بینائی والا تھا۔ رب کہے گا:

﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝۱۲۶﴾ (طٰہٰ) ”اللہ فرمائے گا کہ اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئیں تو تم نے انہیں نظر انداز کر دیا اور اسی طرح آج تمہیں بھی نظر انداز کر دیا جائے گا۔“

یعنی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا۔ تمہارے پاس اگر میرے کلام کے لیے وقت نہیں تھا تو آج جب تمہیں رحمت کی ضرورت ہے تو میری رحمت میں سے تمہارے لیے کچھ نہیں ہوگا۔ یہ ہلا دینے والا مقام ہے۔ اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ جو رحمت للعالمین ہیں، جو سورۃ التوبہ کی آیت 128 کے مصداق انسانوں کی بھلائی کے بڑے خواہش مند ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ ”تمہارے حق میں آپ (بھلائی کے) بہت حریص ہیں، اہل ایمان کے لیے شفیق بھی ہیں، رحیم بھی۔“

لیکن آپ ﷺ بھی قرآن کو فراموش کر دینے والوں کے خلاف روزِ محشر اللہ تعالیٰ سے شکایت کریں گے۔ ایک حدیث میں ذکر ہے کہ خود قرآن حکیم ان لوگوں کے خلاف شکایت کرے گا جنہوں نے قرآن حکیم کو فراموش کر دیا تھا۔ اب اندازہ کیجیے کہ جس بندے کے خلاف قرآن گواہی دے، صاحب قرآن ﷺ بھی گواہی دے اور خود اللہ تعالیٰ بھی اس کو دنیا اور آخرت میں سزا دینے کا اعلان کر دے تو اس سے بدنصیب بندہ کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بدنصیبی سے بچائے اور قرآن کے ساتھ جڑنے والا بنائے۔

اب ہم اپنا جائزہ لے لیں، قرآن حکیم کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہے؟ معیشت کی تنگی اس قرآن کو فراموش کر دینے کی وجہ سے ہے کیونکہ ہم اللہ کے احکام نافذ کرنے کے بارے میں فکر مند نہیں ہیں۔ ہاں ہم کرکٹ کے بارے میں فکر مند ہیں، ہم باہر سے ٹیموں کو بلائیں گے، پروٹوکول بھی دیں گے۔ ہم سینکڑوں اہلکاروں کو بھی لگا دیں گے۔ آدھا شہر بند کروا دیں گے۔ یہاں اس قوم کے بچے مرتے ہیں تو مرتے رہیں۔ لوگ فاقوں سے خودکشیاں کرتے ہیں تو کرتے رہیں۔ ڈاکے ڈلتے ہیں تو ڈلتے رہیں، لوگوں کا سرعام قتل ہوتا ہے تو ہوتا رہے۔ سیاستدانوں کی رسہ کشی اقتدار کے لیے چل رہی ہے، عوام مہنگائی کے بوجھ تلے پستی ہے تو پستی رہے۔ مرنا تو بہرحال سب نے ہے۔ ہر ایک نے جواب دینا ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک اپنے حصے کا معاملہ دیکھے کہ ہم اللہ کے دین کے ساتھ اور اللہ کی کتاب کے ساتھ کتنے مخلص ہیں۔ یہ ساری مصیبتیں ہمارے ہاتھ کی کمائی ہیں۔ اللہ کا قرآن کہتا ہے کہ جو مصائب بھی تم پر آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کی وجہ سے ہیں۔ آج دنیا میں یہ تنگدستی اور معاشی بحران اس قرآن کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ لیکن یہ سزا یہیں ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ آخرت میں قرآن کو چھوڑنے والوں کو اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ بحیثیت مسلمان ہمارا آخرت پر ایمان ہے۔ اس کو مانے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے لیکن آخرت کے حوالے سے ہمارا طرزِ عمل کیسا ہے؟ اس عارضی دنیا کے لیے فکر مندی کتنی ہے اور آخرت کی اصل زندگی کے لیے کتنی فکر مندی ہے؟ یہی سب سے بڑا موٹیویشنل فیکٹر ہے۔ اگر موت کا یقین ہے تو کیوں عدالت کا جج فیصلہ کسی اور جگہ سے آنے کا انتظار کرتا ہے؟ کیوں اتنی کرپشن اور لوٹ مار ہے؟ ذرا نیچے آجائیں تو عوام میں جو دھوکہ دہی اور

پریس ریلیز 20 جنوری 2023ء

قومی اسمبلی کا صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ اور اہل بیتؓ کی توہین پر عمر قید کی سزا کا قانون بنانا قابل صد تحسین ہے

شجاع الدین شیخ

قومی اسمبلی کا صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ اور اہل بیتؓ کی توہین پر عمر قید کی سزا کا قانون قابل صد تحسین ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنی رضا کا اظہار کیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کو اُمت کی ماؤں کا درجہ دے دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستاروں کی مانند قرار دیا ہے، جو اُمت کے لیے روشنی کے میناروں کی مانند ہیں اور اُن کی اتباع باعث ہدایت ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں کسی مسلمان کو ہرگز یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ اور اہل بیتؓ کا ذکر ایسے طریقے سے کرے جس میں اسلام کی ان مقدس ہستیوں کی تضحیک کا معمولی سا بھی پہلو نکلتا ہو۔ حکومتِ پاکستان کا یہ فرض بنتا ہے کہ اس قانون پر سختی سے عمل درآمد کرائے اور تمام مسالک و مکاتب فکر کے علماء و خطباء ملی یکجہتی کو فروغ دینے کے لیے بھرپور جدوجہد کریں۔ تمام میڈیا چینلز اسلام کی مقدس ہستیوں کے حوالے سے کسی بھی قسم کی تضحیک آمیز گفتگو کی نشریات پر مکمل پابندی عائد کریں۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم کے ساتھ ساتھ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اُن کے طرزِ زندگی کو بھی اپنانا ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام سے بغاوت کی روش کو ترک کر کے مسلمانِ پاکستان اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے سچے وفادار بن جائیں اور ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے لیے بھرپور جدوجہد کریں تاکہ ہم دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب و کامران ہو سکیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

لوٹ مار ہو رہی ہے، مارکیٹ میں جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے اس پر غور کریں۔ دو نمبر ایک نمبر بتا کر بیچ رہے ہوتے ہیں، قسمیں کھا کر بیچ رہے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد جا کر جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں۔ اوپر سے نیچے تک کا سارا طرزِ عمل بتاتا ہے کہ ہمیں آخرت کی فکر نہیں ہے۔ لیکن بہرحال جواب تو ہر ایک نے دینا ہے۔ انفرادی سطح پر بھی جوابدہی ہوگی اور اُمتوں کی سطح پر بھی سوال ہوگا۔ جو آج اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں۔ جن کو قرآن کہتا ہے:

﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (حج: 78) ''اُس نے تمہیں چن لیا ہے۔''

پہلے سوالا کھ انبیاء و رسل علیہم السلام کو اللہ نے چنا اور اب محمد ﷺ کی امت کو اللہ نے چنا اور اللہ قرآن حکیم میں کہتا ہے:

﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾ (الاعراف) ''پس ہم لازماً پوچھ کر رہیں گے ان سے بھی جن کی طرف ہم نے رسولوں کو بھیجا اور لازماً پوچھ کر رہیں گے رسولوں سے بھی۔''

جن کی طرف رسولوں کو بھیجا گیا اللہ ان کو بھی پوچھے گا اور اللہ رسولوں سے بھی سوال کرے گا۔ یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کو رلاتی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قرآن سناؤ، فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ! آپ پر تو نازل ہوا۔ فرمایا نہیں آپ سناؤ مجھے پسند آتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سر جھکا کر سورہ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب اس مقام پر پہنچے جہاں فرمایا گیا کہ ہر اُمت میں سے گواہ کھڑا کریں گے (آیت: 41) تو اس بات پر آپ ﷺ روئے۔ فرمایا عبداللہ کافی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے سر اٹھایا تو اللہ کے رسول ﷺ زار و قطار رو رہے تھے اس بات پر کہ مجھے جواب دینا پڑے گا۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے حق ادا کر دیا، سب کچھ اُمت کو پہنچایا بھی گواہی بھی دی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر سوا لاکھ کے مجمع میں حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: اے لوگو! کیا میں نے تم تک پیغام پہنچا دیا؟ سب نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے حقِ نصیحت، حقِ وصیت کی امانت ادا فرما دی۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ کی مبارک شہادت والی انگلی آسمان کی طرف بلند فرمائی اور فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہو کہ میں نے حق پہنچا دیا۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ ان لوگوں تک دعوت پہنچائے جو یہاں موجود نہیں۔ یہ بھاری ذمہ داری اس امت کے کندھوں پر ہے۔ اس کا جواب بھی اس اُمت کو دینا پڑے گا کہ تم نے یہ ذمہ داری ادا کی یا نہیں۔

آج ہم ذرا سوچیں کہ بحیثیت اُمتی ہم یہ ذمہ داری ادا کر رہے ہیں؟ آج اللہ کا دین اور اللہ کی کتاب ہماری ترجیحات میں شامل ہے؟ اللہ کی کتاب کے ساتھ ہم مخلص نہیں ہیں، اللہ کے دین اور شریعت کے ساتھ مخلص نہیں ہیں تو نتائج ہمارے سامنے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جب تک ہم شریعت اور اللہ کی کتاب کے ساتھ مخلص نہیں ہوں گے اور اللہ کے دین کے ساتھ مخلص نہیں ہوں گے اس ملک کے حالات سدھرنے والے نہیں ہیں۔ اللہ ہمیں بھی ہدایت دے، اللہ ہمارے حکمرانوں کو بھی ہدایت دے۔ واقعتاً سچی پکی اور اصل توبہ اس قوم کی یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ مخلص ہو کر اللہ کے دین کو نافذ کرنے کے لیے جدوجہد کریں تو اللہ کی رحمتیں آسمان سے بھی برسیں گی اور زمین سے بھی برکتیں ہمیں ملیں گی۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے بندے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوں اور ان کا مقصد قرآن کا پڑھنا پڑھانا، سیکھنا سکھانا ہو تو اللہ چار برکتیں عطا فرماتا ہے:

1۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔
2۔ فرشتے ان کا احاطہ کرتے ہیں، گواہ بنتے ہیں۔
3۔ اللہ ان کو سکینت کی کیفیت عطا کرتا ہے۔
4۔ اللہ ایسے بندوں کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے فرماتا ہے۔

یہ قرآن کریم سیکھنے کی فضیلت ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو قرآن کریم میں مشغول رہا۔ (تلاوت کر رہا ہے، کسی محفل میں سن رہا ہے، ترجمہ پڑھ رہا ہے، اس میں غور و فکر کر رہا وغیرہ) اور دعا نہ کر سکا تو اللہ ایسے بندے کو بغیر مانگے مانگنے والوں سے بڑھ کر عطا فرماتا ہے۔ یہ اللہ کی شانِ کریمی ہے اور وہ غیور ذات ہے۔ بندے اس کے کلام کے لیے وقت لگائیں تو اللہ کو شرم آتی ہے کہ اللہ خالی ہاتھ لوٹا دیں۔ پھر قرآن حکیم کی سورۃ یونس آیت 58 میں فرمایا:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ﴾ ''(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ یہ (قرآن) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (نازل ہوا) ہے''

﴿فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط﴾ ''تو چاہیے کہ لوگ اس پر خوشیاں منائیں!''

﴿هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝﴾ ''وہ کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

قرآن کی تلاوت کرنے یا اس کے سیکھنے کا موقع مل رہا ہے، سمجھنے کا موقع مل رہا ہے، عمل کا موقع مل رہا ہے، ہدایت مل رہی ہے، سکون مل رہا ہے تو اس پر خوشیاں منائیں۔ اگر اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا ہے تو اس قرآن کریم کی دولت کے ملنے پر بندہ خوش نصیبی سمجھے۔ بہرحال یہ قرآن کریم کے پڑھنے، پڑھانے اور سیکھنے اور سکھانے کے فضائل ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہم نے سورۃ الرحمٰن کی پہلی چار آیات کی روشنی میں یہ جانا کہ اللہ نے مجھے اور آپ کو جو بہترین صلاحیتیں عطا فرمائیں ان کا بہترین استعمال کیا ہے؟ وہ ہے قرآن کو سیکھنے سکھانے میں ان صلاحیتوں کو لگانا۔ رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث بھی ہم نے زیر مطالعہ لانے کی کوشش کی تھی:

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ)) (صحیح بخاری) ''تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھلائے۔''

پھر ان احادیث کا ذکر بھی بار بار آتا ہے کہ قرآن حکیم کے ایک حرف کی بھی تلاوت کی جائے تو دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں چاہے بندے کو ترجمہ یا مفہوم سمجھ میں نہ بھی آئے۔ اتنا پیارا کلام ہے۔ البتہ قرآن صرف ثواب کی کتاب نہیں ہے۔ اس سے ہدایت بھی لینی ہے، ہدایت کی طلب اور تڑپ کے ساتھ ساتھ سمجھنے کی کوشش بھی کرنی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ذکر آتا ہے کہ جو قرآن کی ایک آیت کو سمجھے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کے لیے سو رکعت نفل ادا کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ قرآن کو پڑھنے کے فضائل ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ)) (صحیح مسلم) ''اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بامِ عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل و خوار کر دے گا۔''

اسی طرح یہاں سورۃ طٰہٰ کی آیت میں فرمایا:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾ ''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی''

یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ اپنے کلام کو فراموش کرنے والوں، اسے نظر انداز کرنے والوں، پس پشت ڈالنے والوں کے حوالے سے باقاعدہ سزا کا اعلان کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

عالمِ اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کی سازشیں (2)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

مغرب کا چار نکاتی ایجنڈا اور اس کا ہدف

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ 1990ء کے بعد سے یورپ میں ایک چار نکاتی ایجنڈے پر مسلسل غور ہو رہا ہے۔ ان نکات کی حیثیت ایک رسّی کی مختلف لڑیوں (strands) کی ہے' جن کو سمجھنا ضروری ہے۔ وہ لڑیاں کون سی ہیں' یہ جان لیجیے:

1۔ امریکہ کے سارے تھنک ٹینکس' خواہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ہوں اور چاہے پینٹاگون کے' سب کے سب اس غور و فکر میں مصروف ہیں کہ امریکہ کو روئے ارضی کی عظیم ترین طاقت ہونے کی جو حیثیت حاصل ہوئی ہے اس مقام کو کس طرح برقرار رکھا جائے۔

2۔ دجّالی تہذیب کے ایجنڈے کی تکمیل۔ دجّالی تہذیب کے ایجنڈے کا ابھی نصف حصّہ پورا ہوا ہے اور نصف باقی ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کی حد تک اس کی تکمیل ان کے پیشِ نظر ہے۔

3۔ صیہونیت (Zionism) کے پانچ نکاتی ایجنڈے کی تکمیل' جو یہودی اور عیسائی دونوں قسم کے صیہونیوں کا متفق علیہ ایجنڈا ہے:

(i) آرمیگاڈان' یعنی بڑی عظیم جنگ جس میں بہت زیادہ خونریزی ہوگی۔

(ii) عظیم تر اسرائیل کا قیام جو صیہونیوں کا ہدف ہے۔

(iii) مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ کو گرانا۔

(iv) تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنا۔ اور

(v) وہاں حضرت داؤد علیہ السلام کا تخت لا کر رکھ دینا۔

یہاں تک دونوں متفق ہیں۔ اس کے بعد عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہو کر اس تخت پر بیٹھ کر پوری دنیا پر حکومت کریں گے' جبکہ یہودیوں کا خیال ہے کہ ان کا مسایاح (Messiah) جس کے وہ ابھی تک منتظر ہیں' وہ آئے گا اور اس تخت پر بیٹھ کر حکومت کرے گا' جسے ہم کہتے ہیں کہ وہ دجّال ہوگا۔ عیسائی بھی اسے دجّال کہتے ہیں' جو اینٹی کرائسٹ ہوگا۔ وہ دعویٰ کرے گا کہ میں مسیح ہوں لیکن وہ مسیح نہیں ہوگا' اسے اصلی مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آ کر قتل کریں گے۔

4۔ امریکہ و یورپ کے چار نکاتی ایجنڈے کا چوتھا ہدف روئے ارضی کے تمام قدرتی وسائل پر قبضہ کرنا ہے' جن میں تیل خاص طور پر اہمیت کا حامل ہے۔

یہ چار نکاتی ایجنڈا سارے تھنک ٹینکس کے غور و فکر اور سوچ بچار کا موضوع رہا ہے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ نے ایک فیصلہ کیا کہ اب ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ کوئی ہم پر حملہ آور ہو تو ہم جواب دیں۔ ہمیں کسی کی طرف سے ذرا سا بھی اندیشہ ہوا تو ہم پہلے اس پر حملہ کر دیں گے۔ ہمیں نہ تو عالمی رائے عامہ کی کوئی فکر ہے اور نہ ہی ہمیں اقوام متحدہ سے کوئی سروکار ہے۔ اب ہمیں اپنے اتحادیوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے' ہم خود اتنے طاقتور ہیں کہ ہم سارے معاملے خود طے کر سکتے ہیں۔ جنگجوئی کا یہ نقشہ بش ثانی کا تیار کردہ ہے' جو امریکہ کے صدور میں جنگجو صدر کی حیثیت سے تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ اس نے preemption کو باقاعدہ ایک اصول بنا کر بالکل اسی انداز میں جیسے دوسری جنگ عظیم کے دوران ''پرل ہاربر'' کے نتیجے کے طور پر امریکہ بپھرے ہوئے شیر کی مانند جاپان پر حملہ آور ہو گیا تھا' اپنے Twin Towers کو خود گرایا' تاکہ عوام میں غم و غصہ پیدا کیا جائے اور اپنی رائے عامہ ہموار کی جائے۔ انہوں نے اس کا الزام القاعدہ اور اسامہ بن لادن پر لگایا اور اس کے لیے اس قدر جوشِ انتقام پیدا کر دیا کہ پھر ان کو ایوانِ نمائندگان سے ہر طرح کے مالی اخراجات کی منظوری ملتی چلی گئی۔ یہ سارا معاملہ انہوں نے اس لیے کیا کہ اس ایجنڈے کو پورا کریں۔

ہمارے لیے لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ اس سارے ایجنڈے کا اوّلین ہدف عالم اسلام ہے۔ اس لیے کہ:

اوّلاً: یہ ''نزلہ برعضوِ ضعیف'' کا مصداق ہے۔ بالفاظِ دیگر:

؏ ''ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!''

ثانیاً: تیل کے عظیم ترین ذخائر اس کے قدموں تلے ہیں۔

ثالثاً: دجّالی تہذیب کے تیسرے پردے کے تمام و کمال چھا جانے کے راستے میں رکاوٹ یہی علاقہ ہے۔ یہاں پر اسلامی تہذیب کے آثار ابھی باقی ہیں' جس میں عورت کو عورت اور مرد کو مرد سمجھا جاتا ہے اور ان کے الگ الگ دائرۂ کار معیّن ہیں۔ عورت کے اپنے حقوق و فرائض ہیں اور مرد کے اپنے حقوق و فرائض ہیں۔ از روئے الفاظ قرآنی: ﴿وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾ (البقرۃ: 228) ''مردوں کو عورتوں کے اوپر ایک درجہ فوقیت کا حاصل ہے''۔ یہ قرآن کی تعلیم ہے' جبکہ دجّالی تہذیب میں مرد و عورت ہر اعتبار سے بالکل برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو دو ٹوک انداز میں فرمایا ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ (النساء: 34) ''مرد عورتوں پر قوام ہیں''۔ یہ سارا قرآن مجید کا فلسفہ ہے' جس سے مغرب خائف ہے۔

رابعاً: صیہونیت کا جو ایجنڈا ہے وہ تو مشرق وسطیٰ ہی سے متعلق ہے کہ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ کو مسمار کر کے تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنا اور گریٹر اسرائیل کا قیام۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ عراق' شام' اردن' لبنان وغیرہ ان کے نقشے میں شامل ہیں۔ مصر سے تو انہوں نے پورا جزیرہ نمائے سینا لینا ہے' جس میں کوہِ سینا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا اور انہیں پتھر کی الواح پر لکھے ہوئے احکامِ عشرہ دیے گئے۔ پھر یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں ان کے سارے کے سارے بھائی اپنے خاندانوں سمیت مصر آ گئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بھی وہاں آ گئے تھے' جہاں بنی اسرائیل کئی سو برس تک رہے۔ یہ علاقہ بھی انہوں نے مصر سے واپس لینا ہے۔ مزید برآں عرب کے شمالی حصے پر بھی ان کا دعویٰ ہے جس میں مدینہ منورہ اور خیبر وغیرہ شامل ہیں۔ مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے جہاں سے ان کو نکالا گیا تھا۔ اسی طرح ترکی کا جنوبی حصہ بھی گریٹر اسرائیل کے نقشے میں شامل ہے۔ اس سارے ایجنڈے کا تعلق مشرق وسطیٰ سے ہے اور ان کے پیشِ نظر مشرق وسطیٰ کا ایک نیا نقشہ بنانا ہے' جسے وہ شائع بھی کر رہے ہیں۔ تو درحقیقت یہ چار اسباب ہیں جن کی وجہ سے دجّالیت یا نیو ورلڈ آرڈر کا اوّلین ہدف بھی عالم اسلام ہے۔

اس سارے منصوبے کو بش اوّل نے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کا نام دیا تھا جو موجودہ بش کا باپ تھا۔ اس نے جیسے ہی عراق پر حملہ کر کے اس کو تہس نہس کیا اور اس کی فوج کا بھرکس نکالا تو اس کے بعد اس نے کہا تھا اب ''نیو ورلڈ آرڈر'' کا وقت آ گیا ہے۔ یعنی اس ایجنڈے کے آخری حصے کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے۔ اور یہ بش ثانی بھی اپنے باپ کی طرح کٹر عیسائی اور Evengelist ہے۔ (جاری ہے)

فلسفیانہ تصورات کے حاملین کا بھی تجربہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک بالاتر ہستی کا تصور اگر دل و دماغ میں نہ ہو تو کبھی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔

ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر لیا تھا۔ اس کی سالمیت، اس کا تحفظ، اس کی ترقی اور اس کی بقاء اسلام کے ساتھ ہی منسلک ہے۔

تمام مکاتب فکر کے 31 علماء نے نفاذِ اسلام کے لیے 22 نکات پر متفقہ لائحہ عمل پیش کر دیا تھا۔ اس کے بعد اگر آج تک حکمرانوں نے اسلام کے نفاذ کی کوشش نہیں کی تو اس میں ان کی اپنی نیتوں کا معاملہ ہے۔

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم و احباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے مختلف بیانات کو انگلش میں subtitles کے ساتھ کیوں نہیں ایڈٹ کیا جا رہا تا کہ غیر پاکستانی یا جن کو اردو نہیں آتی وہ بھی اس سے مستفید ہو سکیں؟ (علی خان)

امیر تنظیم اسلامی: سب سے پہلے میں ان بھائی کو appreciate کروں گا کہ انہوں نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ مسلمانوں کی ایک تہائی آبادی جو اردو بول اور سمجھ سکتی ہے وہ تو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطبات سے استفادہ کر سکتی ہے لیکن دو تہائی آبادی جو اردو نہیں سمجھ سکتی ان کو ڈاکٹر صاحب سے استفادہ کی سہولت بہم پہنچانے کے لیے ان بھائی صاحب نے توجہ دلائی ہے۔ الحمد للہ ڈاکٹر صاحب کے تقریباً ایک درجن سے زیادہ کتابچے اردو سے انگلش میں ترجمہ ہو چکے ہیں اور مزید بھی کام جاری ہے۔ البتہ میڈیا کے مختلف فورمز پر یہ کام ابھی اتنا نہیں ہوا۔ اگرچہ ماضی میں انگلش subtitles کے ساتھ کلپس تیار ہوئے جن کو سوشل میڈیا پہ اپ لوڈ بھی کیا گیا۔ ہم ایسے ساتھیوں کو ویلکم کہیں گے جو اس بات کی دلچسپی رکھتے ہوں اور وہ اپنی سروسز دینا چاہیں۔

میزبان: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پہلا چینل جس کو یوٹیوب نے بند کیا اس میں انڈیا کے پروگرام ''خطبات ہند'' میں تمام خطبات میں subtitles لگ چکے تھے۔ اس کا بیپر ورک ہمارے پاس موجود ہے۔ یقیناً اس حوالے سے ڈیمانڈ بھی بڑھ رہی ہے۔ عرب ممالک کے نوجوان جو دین کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے فہم قرآن سے وہ بھی استفادہ کر سکیں۔ لہٰذا کسی دوسری زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو۔ کم از کم انگریزی کی حد تک ان کی بھی خواہش ہے کہ ہو جائے۔ الحمد للہ! اس پر ہمارا کام جاری ہے اور جو لوگ اس معاملے میں کوئی expertise دینا چاہیں ہمارے دروازے اُن کے لیے کھلے ہیں اور وہ ہماری راہنمائی بھی کریں۔

سوال: ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے کہا تھا کہ ان کو کسی بزرگ نے یہ بات سمجھائی تھی کہ اسباب کے تحت کسی کو ایک بار کوئی کام بولنا جائز ہے، دوسری مرتبہ یاد دلانا کہ شاید بھول گئے ہوں تو بھی جائز ہے، تیسری مرتبہ کہنا شرک ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ (محمد مزمل)

امیر تنظیم اسلامی: ڈاکٹر صاحب نے جو بات کی تھی وہ اس معنی میں ہے کہ ہمارا یقین ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوتا ہے البتہ معاملات زندگی میں اسباب کو استعمال کرنا شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح ظاہری اسباب کے اعتبار سے میں آپ سے کہتا ہوں کہ فلاں کام میں مدد کر دیجیے یا میرے فلاں معاملے میں مجھے ذرا راہنمائی دے دیجیے تو یہ بھی توحید کے تقاضوں کے منافی نہیں ہے۔ البتہ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جو بھی ہوگا اللہ کے اذن سے ہی ہوگا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے تھے کہ ایک مرتبہ تم نے کسی سے مدد مانگی، دوسری اور پھر تیسری دفعہ مانگی، پھر بھی اگر وہ مدد نہیں کر رہا پھر آپ کو یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ کا اذن نہیں پیچھے ہٹ جانا چاہیے ورنہ اگر تم مستقل اسی کی طرف توجہ کیے رکھو تو عین ممکن ہے کہ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ سے ہونے کا یقین نہ رہے۔ اس اعتبار سے انہوں نے احتیاط کا پہلو بیان فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو تین مرتبہ دستک دیتے، اگر پھر بھی جواب نہ آتا تو آپ ﷺ واپس آ جاتے۔ عین ممکن ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے سامنے یہ مثال بھی ہو۔ اس کا انطباق یہاں بھی کر لیجیے کہ ایک، دو، تین مرتبہ آپ نے کسی سے درخواست کر کے دیکھ لیا، اب آپ یقین رکھیں کہ اس سبب کے تحت یہ کام ہونے والا نہیں ہے، آپ کوئی اور ذریعہ اختیار کریں جو جائز ہو مگر وہاں بھی نتیجہ مسبب الاسباب پر چھوڑ دیں۔ شرک سے بچنے کے لیے بندہ مومن میں حساسیت ہوتی ہے۔ شرک ایک عقیدہ کا ہے اور ایک عملی اعتبار سے شرک ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک شرک اکبر ہے اور ایک شرک اصغر ہے۔ اگر مسبب الاسباب کو چھوڑ کر ہم صرف سبب پر یقین رکھیں گے تو یہ شرک ہوگا۔

سوال: ہماری نوجوان نسل کا آدھا حصہ مذہب کی طرف مائل ہے جو کہ خوش آئند بات ہے لیکن باقی آدھا حصہ الجھن میں ہے اور الحاد یا مادہ پرستی کی طرف مائل ہے۔ وہ منشیات اور غیر ازدواجی تعلقات جیسی برائیوں میں ملوث ہے۔ میں ایک استانی کی حیثیت سے کیا کردار ادا کر سکتی ہوں؟ (منیزہ صاحبہ)

امیر تنظیم اسلامی: بہت اہم سوال ہے جس میں ایک بہت بڑے معاشرتی مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پچاس فیصد سے زائد نوجوان اسلام کی طرف مائل ہیں۔ تقریباً پانچ برس پہلے برٹش کونسل نے پاکستان کی یونیورسٹیز اور کالجز میں سروے کیا کہ کیا پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہونا چاہیے یا نہیں؟ تقریباً 76 فیصد لوگوں نے ہاں میں جواب دیا۔ اب اس کا

یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اتنے لوگ واقعی عملی مسلمان ہیں۔ عملی مسلمان ہونا ایک شے ہے اور دین کے لیے جذبہ اور محبت ہونا دوسری شے ہے۔ دوسری طرف طلبہ و طالبات کی نصف تعداد ایسی ہے جو ربِ کائنات کے بارے میں بھی شکوک وشبہات میں مبتلا ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ مختلف معاشرتی برائیوں میں اضافے کی صورت میں نکل رہا ہے۔ منشیات، آئس کا نشہ وغیرہ جیسے مسائل ہمارے تعلیمی اداروں میں بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح نکاح کے بندھن کے بغیر تعلقات بھی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ یہ حقیقی مسائل ہیں اور ان کو ایڈریس کرنے کی ضرورت ہے۔ فلسفیانہ تصورات کے حاملین کا بھی تجزیہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک بالاتر ہستی کا تصور اگر دل ودماغ میں نہ ہو تو کبھی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایمان وہ دولت ہے جو انسان سے اچھے کام کرواتی ہے اور برائی سے روکتی ہے کیونکہ ایمان کی دولت جس کے پاس ہوگی اُسے آخرت کی جوابدہی کا احساس ہوگا۔ لہٰذا سب سے پہلا نکتہ اللہ کی محبت اور اللہ کی خشیت کا دلوں میں پیدا کرنا ہے لیکن چونکہ یہ کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبہ وطالبات ہیں دینی مدارس کے طلبہ نہیں ہیں لہٰذا ان کی ذہنی سطح پر آکر ان سے کلام کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اُمِرْتُ اَنْ نُکَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ)) (دیلمی) ”مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم (انبیاء کرام علیہم السلام) لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کیا کریں۔“ لوگوں سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق کلام کیا جائے۔ اگر ان کے دماغوں میں غلط باتیں فیڈ کر دی گئی ہیں جو کہ میڈیا کر رہا ہے تو اس کا جواب دینا پڑے گا۔ نشے کا استعمال اور پھر نکاح کے بندھن کے بغیر عشق ومحبت کی داستانیں، ان سے تو جوانیاں لٹتی ہیں اور زندگیاں برباد ہوتی ہیں، گھرانے تباہ ہوتے ہیں۔ والدین خودکشیاں کرتے ہیں۔ یعنی خدا کا انکار کرنے والے بھی آج پریشان ہیں۔ بل کلنٹن، بش، اوبامہ کے بیانات موجود ہیں کہ خدا کے واسطے گھر بچاؤ، شادیاں کرو اور اچھا ماحول گھر میں لاؤ۔ اوبامہ نے بحیثیت امریکی صدر امریکیوں سے اپیل کی تھی: ”ایک بہترین گھر ایک بہترین معاشرے کی ضرورت ہے اور ایک بہترین معاشرہ ایک مضبوط امریکہ کی ضرورت ہے۔“ یعنی خدا کا انکار کرنے والوں کو بھی احساس ہو رہا ہے۔ وہ سیکس وار کے لیے تیار بیٹھے ہیں لیکن زمین پر قدم نہیں جمے ہوئے۔ ہم اپنے معاشرے کی بات کریں تو کم سے کم اللہ کو ماننے کا تصور تو ہے۔ بہرحال ہمیں اپنی نسلوں کو کافر تہذیبوں کی تباہی سے آگاہ کرنے اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہے۔ البتہ ان کی ذہنی سطح پر آکر ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نوجوان آیا اور کہنے لگا: ”مجھے زنا کی اجازت دیں۔“ صحابہ کرام ؓ کو اس پر بے حد غصہ آیا لیکن حضور ﷺ نے انہیں روکتے ہوئے نوجوان کو سمجھایا کہ تم جس عورت سے زنا کرو گے وہ بھی کسی کی بہن، بیٹی، ماں، خالہ وغیرہ ہوگی تو کیا تم اپنے ان رشتوں کے حق میں ایسا ہی پسند کرو گے؟ نوجوان نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے معاف کر دیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اس کے لیے ہدایت کی دعا فرمائی۔ یعنی حضور ﷺ نے اس طرح بٹھا کر بات کی اور کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ ہمیں اس انداز سے نوجوانوں کی تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔

سوال: کالجز اور یونیورسٹیز میں کو ایجوکیشن سسٹم ہے اور ایک مخلوط ماحول ہے۔ ایسی صورت میں والدین کیا کریں؟

امیر تنظیم اسلامی: اصولی بات یہ ہے کہ اگر ہم نوجوان نسل کو مخلوط ماحول فراہم کریں اور اس کے بعد ہم یہ توقع رکھیں کہ لڑکا شاہ ولی اللہ کا تقویٰ اور لڑکی رابعہ بصری کا تقویٰ لے کر بیٹھی رہے گی تو ایسا ممکن نہیں۔ دین اس بارے میں بالکل واضح ہے کہ نامحرم مرد اور عورت کا مخلوط ماحول میں ایک ساتھ رہنا جائز نہیں ہے۔ اسلام میں مرد اور عورت کی الگ الگ ذمہ داریاں ہیں۔ دین عورت کی تعلیم کی نفی نہیں کرتا لیکن اس کو اس نوعیت کی تعلیم دیں جو اس کو اپنا رول ادا کرنے کے لیے معاونت فراہم کر سکے۔ آج مجھے کوئی ڈپلومہ، ڈگری، ماسٹرز کا کورس ایسا بتا دیں جس میں عورت کو یہ بتایا جاتا ہو کہ اس نے ماں کیسی بننا ہے اور اس نے بیوی کیسی بننا ہے۔ ہم نپولین کو کوٹ کرتے رہتے ہیں کہ تم مجھے بہترین مائیں دو میں تمہیں بہترین قوم دینے کو تیار ہوں۔ یہاں ہمیں نپولین یاد نہیں آتا۔ مغرب پریشان ہے۔ گورباچوف نے کہا تھا کہ جس عورت کو باہر لا کر شمع محفل بنا کر چوراہے پر کھڑا کر دیا اس کو وہاں سے اٹھا کر اصل مقام گھر تک کیسے لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب کی آیت 33 میں اسی حوالے سے ہدایت جاری کی تھی: ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی﴾ ”اور تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور مت نکلو بن سنور کر پہلے دورِ جاہلیت کی طرح۔“ آج عورت کو کیا بنا دیا گیا کہ گاڑی بیچی جا رہی ہے تو بونٹ پر عورت کو بٹھا کر دکھایا جا رہا ہے، کسی نے بالکل درست کہا کہ آپ کیا بیچ رہے ہو عورت یا کار؟ عورت کی ہم نے یہ تذلیل کی ہے۔ بہرحال حاصل کلام یہ ہے کہ ماں باپ کو بھی سوچنے کی ضرورت ہے کہ بیٹیوں کو کن اداروں میں بھیج رہے ہیں، کس ماحول میں بھیج رہے ہیں اور آپ ان کو کیا بنانا چاہتے ہیں اور ان کی اصل ذمہ داری کیا ہے؟ امریکہ کے ایک تجزیہ نگار نے کہا کہ یورپ کو اس وقت 50 فیصد مین پاور کی ضرورت ہے لیکن یورپ نے عورت کو مارکیٹ میں لا کر صرف پانچ فیصد اکانومی میں increase کیا لیکن دوسری طرف 50 فیصد مین پاور سے یورپ محروم ہو گیا۔ ظاہر عورت کو مارکیٹ میں لایا جائے گا تو گھر اور بہترین نسل سے معاشرہ محروم ہو جائے گا۔ امریکہ میں بعض کمپنیز میں سفر اور office environment کے لیے جو گائیڈ لائنز جاری کی جاتی ہیں ان میں یہ باتیں سامنے آنا شروع ہوگئی ہیں کہ keep a safe distance. یہاں تک کہ ایک گائیڈ لائن میں یہ بھی تھا کہ اگر آپ مرد ہیں اور جہاز میں سفر کر رہے ہیں تو کوشش کریں کہ کوئی خاتون آپ کے برابر میں نہ بیٹھے۔ یہ ان معاشروں کی مثالیں ہیں جو تمام تجربات کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے۔ ہمارے ہاں ایسا تجربہ کیا جائے تو بعض خواتین کو پرابلم ہو جاتی ہے کہ یہ مولوی صاحب کو کیا پریشانی ہے کہ دوسری سیٹ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ گویا ہم مغرب کے تجربات سے سیکھنا نہیں چاہتے بلکہ ان کی تباہی کی وجہ بننے والی چیزوں کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ سارے تجربات ہم بھی کر لیں اور پھر سو برس بعد ہم بھی اسی انجام سے دوچار ہو جائیں۔ حالانکہ اللہ کی کتاب ہمیں ابھی سے خبردار کر رہی ہے۔

سوال: ہم جانتے ہیں کہ تنظیم اسلامی پاکستان میں منظم احتجاج کو انقلاب کا راستہ بتاتی ہے مگر کیا یہ طریقہ نبی پاک ﷺ کا طریقہ ہے اور اگر نہیں ہے تو پھر آپ کا طریقہ کار تو تبدیل ہو گیا نا؟ (حنظلہ اقبال)

امیر تنظیم اسلامی: اچھا سوال ہے۔ اس حوالے سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتابیں ”منہج انقلاب نبوی ﷺ“ اور ”رسول انقلاب ﷺ

کا طریق انقلاب‘‘ موجود ہیں۔ان کا مطالعہ مفید رہے گا۔ یا ان کی ویڈیوز دیکھی جا سکتی ہیں۔ جب ہم منہج انقلاب نبوی ﷺ کے چھ مراحل کا ذکر ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے۔ آخری مرحلہ میں قتال ہے جس کا حکم اللہ نے دیا اور اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے تو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی قتال کیا، کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ معاذ اللہ! سوال کیا جاتا ہے کہ قتال فرض ہے تو آپ لوگ قتال کیوں نہیں کرتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز بھی فرض ہے، زکوٰۃ بھی فرض ہے اور حج بھی فرض مگر شرائط کے ساتھ۔ بچہ بالغ ہو جائے تو اس پر نماز فرض ہے، بندہ صاحب نصاب ہوگا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، بندہ صاحب استطاعت ہوگا تو اس پر حج فرض ہوگا۔ اسی طرح قتال بھی فرض ہے مگر شرائط کے ساتھ۔ قتال کی شرائط پوری نہیں ہوں گی تو قتال فرض نہیں ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اللہ کے حکم سے قتال کیا تو سامنے کفار اور مشرکین تھے لیکن ہمارے سامنے سب کلمہ گو مسلمان ہیں۔ فقہاء نے اسے مسئلہ خروج قرار دیا جس کی کچھ شرائط ہیں۔ مثلاً آپ کے سامنے کفر بواح میں مبتلا لوگ ہوں، دوسرا ہماری تیاری اتنی ہو کہ حکمرانوں کو اوور تھرو کر دیں گے تب تو بعض فقہاء گنجائش دیتے ہیں ورنہ وہ مسلم معاشرے میں خروج کی اجازت نہیں دیتے۔ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قتال کیا وہاں شرائط پوری ہوئیں۔ ہمارے سامنے شرائط پوری ہوتی ہوئی دکھائی نہیں دیتیں تو ہم قتال نہیں کریں گے۔ اس کے متبادل ہم پرامن، منظم، غیر مسلح تحریک کا انقلابی راستہ تجویز کرتے ہیں۔ آپ کسی منکرات کے خاتمے کا مطالبہ لے کر اٹھیں گے اور ایک تحریک برپا کریں گے۔ اب منکرات کے خاتمے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا تقاضا تو قرآن میں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر بدی کو دیکھو تو ہاتھ سے بدل دو، نہیں تو زبان سے یا پھر دل میں برا جانو۔ زبان اور دل میں برا جاننے کا معاملہ تو موجود ہے البتہ ہاتھ سے بدل دینے کا اختیار ہمارے پاس نہیں۔ چنانچہ اختیار والوں سے منکرات کے خاتمے کا مطالبہ ہم کریں گے اور اس کے لیے تحریک کا راستہ اپنائیں گے۔ ٹکراؤ ادھر بھی ہوگا لیکن جو منظم جماعت کھڑی ہوگی اس کے رفقاء جان دینے کے لیے تیار ہوں گے جان لینے کی بات نہیں کریں گے۔ فرق کیا ہوگا کہ حضور ﷺ کے سامنے کفار و مشرکین تھے تو قتال ہوا، ہمارے سامنے مسلم معاشرے میں تصادم ہوگا، جانیں دینی پڑیں گی لیکن ہم جان لینے کی بات نہیں کریں گے۔ حالات کے بدلنے سے شریعت کا حکم بھی بدلتا ہے۔ نامحرم کو چھونا منع ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کوئی تمہارے سر میں کیل ٹھونک دے یہ گوارہ کر لینا لیکن تم نامحرم کو چھوؤ یا وہ تمہیں چھوئے اس کو گوارہ نہ کرنا۔ حکم یہ ہے لیکن اگر ایک عورت ڈوب رہی ہے، اس وقت کوئی محرم موجود نہیں یا اس کو تیرنا نہیں آتا تو کیا اس کو مرنے دیں گے؟ نہیں! بلکہ اب اس کو بچانے کے لیے کوشش کی جائے گی۔ شریعت کا اصول یہ بنتا ہے کہ حالات کے بدلنے سے حکم میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے سامنے کفار اور مشرکین تھے۔ ہمارے سامنے مسلمان ہیں تو فرق واقع ہوا۔ اس لیے منہج کے اس مرحلے پر کوئی دوسری رائے ہمیں اختیار کرنا پڑے گی اور یہ دوسری رائے کا اختیار کرنا بھی سنت کی تعلیم کے ذیل میں ہے، اس کے خلاف نہیں ہے۔

سوال: نظام خلافت میں خلیفہ کا انتخاب کیسے ہوگا؟ آپ لوگ کہتے ہیں کہ الیکشن میں حصہ نہیں لیں گے اس کا مطلب ہے کہ موجودہ نظام ختم ہو جائے گا۔ برائے کرم چاروں خلفائے راشدین کے طرز انتخاب کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بتایئے کہ کیا خلیفہ کے انتخاب پر تمام فرقے متحد ہو جائیں گے؟ نیز یہ کہ کیا خلیفہ کے لیے کوئی وقت کا تعین بھی ہونا چاہیے؟ (آفتاب اعجاز)

امیر تنظیم اسلامی: ایک وقت میں انقلابی جدوجہد کے ذریعے چلتے ہوئے سڑے ہوئے بوسیدہ نظام کا خاتمہ ضروری ہے اور اب صالحین مکمل نیا نظام قائم کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ اس کے بعد جب آپ کے پاس اختیار آ گیا تو اب آپ نے خلیفہ کا انتخاب یا تقرر کرنا ہے۔ اس کے لیے قرآن حکیم نے ایک اصول ہمیں دیا ہے:

﴿وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ۪﴾ (الشوریٰ: 38)

’’اور ان کا کام آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔‘‘

اب مشورہ آپ ایک ہزار لوگوں سے لے لیں یا دس ہزار لوگوں سے لے لیں یا اس سے زیادہ تعداد میں لے لیں تو یہ سب مباحات کا معاملہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی شان ہی الگ ہے ان پر تو وحی آ رہی تھی، لیکن وہ بھی مشورہ لیتے تھے۔ کبھی آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس معاملے پر سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی رائے ایک ہو جائے میں اس کے خلاف نہیں کرتا۔ حضور ﷺ نے اس مشاورت کے اصول کو اختیار کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ آپؓ نے دور نبویؐ میں سترہ نمازوں کی امامت کی، ان کو حضور ﷺ نے امیر حج بنایا۔ یہ حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا کہ آپؓ امت کو سنبھالیں گے۔ پھر حضور ﷺ کے وصال کے بعد انہوں نے جو خطبہ دیا اس نے ظاہر کر دیا کہ یہ انہی کا مقام تھا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا معاملہ مختلف ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو نامزد کر دیا اور ان پر سب کا اتفاق بھی ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ جب وہ زخمی تھے تو انہوں نے چھ افراد کی کمیٹی بنا دی اور کہا کہ تین دن کے اندر مشورے کے ساتھ خلیفہ کا انتخاب کر لینا۔ یہاں بھی مشورہ ہے لیکن چھ افراد کے درمیان ہے۔ چنانچہ اس مشاورت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ ان تینوں خلفاء کے انتخاب کا طریقہ مختلف ہے لیکن اس میں کوئی شے شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ خلفاء راشدین کا تقرر بتا رہا ہے کہ ہم مختلف پیرایوں میں مشاورت کی رو سے خلیفہ کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ البتہ بالاتر مقصد کتاب و سنت کی بالادستی اور اللہ کی حاکمیت ہونی چاہیے۔ اس دائرے کے اندر رہ کر آپ مشاورت کے ساتھ جو چاہیں طے کر لیں۔ جہاں تک فرقوں کے متحد ہونے کی بات ہے تو میں کہوں گا کہ فرقوں کی جگہ مکاتب فکر کا لفظ استعمال کرنا زیادہ مفید ہے۔ جب پاکستان بنا تو 1949ء میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی جس میں طے ہو گیا کہ حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی، کتاب و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی۔ چنانچہ 52-1951ء میں تمام مکاتب فکر کے 31 علماء کا نظام اسلام کے حوالے سے 22 نکات پر اتفاق ہو گیا۔ علماء نے کہا کہ اگر ان 22 نکات کے مطابق حکومت کوئی نظام لے کر آتی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ حسن یہ ہوگا کہ لاء آف لینڈ کتاب و سنت ہو جس میں تمام مکاتب فکر شامل ہوں گے۔ اگر ہم کتاب و سنت کو بالاتر رکھتے ہیں تو تمام فقہی آراء میں سے کچھ آراء کو اختیار کر کے لاء آف لینڈ کو چلایا جا سکتا ہے لیکن افراد کو انفرادی معاملات میں آزادی ہوگی کہ وہ اپنے مکتب فکر کے مطابق نماز، زکوٰۃ اور دیگر معاملات پر عمل کر سکتے ہیں۔ بہرحال اگر آج تک

حکمرانوں نے دین کو نافذ نہیں کیا تو اس میں ان کی اپنی نیتوں کا معاملہ ہے، تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے اپنی طرف سے یہ فرضِ کفایہ ادا کر دیا تھا۔ جہاں تک خلیفہ کے وقت کے تعین کا معاملہ ہے تو اس حوالے سے خلفائے راشدین کے دور کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ ان کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نئے خلیفہ کا تقرر ہوتا تھا۔ اس سے تاحیات وقت کا تعین ہوتا ہے۔ البتہ علماء اور فقہاء کی آراء کے مطابق اگر یہ مباحات کے دائرے میں ہو اور حالات کا تقاضا کچھ اور ہو تو اس کے محدود وقت کے بارے میں بھی سوچا جاسکتا ہے۔ البتہ میری طرف سے یہ کہنا قبل از وقت ہوگا اور اس حوالے سے اسلاف کی آراء کو بھی مدنظر رکھنا بہتر ہوگا۔ واللہ اعلم!

سوال: آپ پاکستان کے موجودہ حالات کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟ کیا موجودہ صورت حال کے پیش نظر پاکستان کی سالمیت اور استحکام اب بھی ممکن ہے؟ (سید عمر بن ماجد)

امیر تنظیم اسلامی: یقیناً ہمارے حالات دگرگوں ہو رہے ہیں۔ ایک طرف ہمارے بیرونی دشمنوں (اسرائیل، انڈیا اور امریکہ وغیرہ) کی سازشیں جاری ہیں، دوسری طرف داخلی طور پر دیکھیں تو ہمارے سیاسی معاملات میں اخلاقی بگاڑ اور زوال ہے اور اس میں سے بو آرہی ہے۔ معاشی حالات کو دیکھ لیں تو ہر وقت ہمارے سروں پر ڈیفالٹ کا ہتھوڑا لٹکا ہوا ہے جو کسی وقت بھی ہمارے اوپر پڑ سکتا ہے۔ عوام مہنگائی کے بڑھتے ہوئے طوفان کی وجہ سے خودکشیاں اور خودسوزیاں کر رہے ہیں۔ ان حالات کو اپنی نگاہوں سے جب ہم دیکھتے ہیں تو مایوسی ہوتی ہے لیکن مسلمان کے لیے مایوسی کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّہٗ لَا یَایْــَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴾ (یوسف) ’’یقیناً اللہ کی رحمت سے مایوس تو بس کافر ہی ہوتے ہیں۔‘‘

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ﴾ (الزمر: 53)

’’اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' یقیناً اللہ سارے گناہ معاف فرما دے گا۔‘‘

اللہ کی رحمت کی امید رکھنا فرض ہے۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفر ہے۔ اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر ہے اور اس کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ البتہ اس کی رحمت کا مستحق بننے کے لیے ہمیں اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا پڑے گا۔ قرآن کریم ایک واحد قوم (یونس علیہ السلام کی قوم) کی مثال ہمارے سامنے رکھتا ہے جس نے توبہ کی تو اللہ نے عذاب ٹال دیا۔ اسی سے ایک سہارا ملتا ہے کہ ہم بھی اگر اجتماعی توبہ کی طرف آئیں تو اللہ تعالیٰ چاہے تو آج بھی حالات کو بدل دے۔ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کو اس نکتہ سے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ ہم نے کس لیے بنایا تھا۔ اگر تو ہم نے اسلام کے نام پر لیا تھا (جو کہ حقیقت ہے) تو پھر اس کی سالمیت، اس کا تحفظ، اس کی ترقی اور اس کی بقاء اسلام کے ساتھ ہی منسلک ہے۔ اسلام ہی نے ہم سب کو جوڑا ہوا ہے حالانکہ اس ملک کی زبانیں، ثقافتیں، لہجے وغیرہ مختلف ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس کلمہ کی بنیاد پر ہم نے ملک لیا اگر ہم اس کی طرف لوٹتے ہیں تو ہمیں یقین ہے کہ یہ ملک محفوظ بھی رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس مملکت خداداد سے بڑا کام بھی لے گا۔ احادیث مبارکہ میں پوری زمین پر اللہ کے دین کے غلبے کی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ بعض احادیث مبارکہ سے جو اشارات ملتے ہیں ان کو سامنے رکھیں تو اس خطے کا رول ہمیں مستقبل میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس ملک کا اسلام کے نام پر وجود میں آنا، رمضان کی 27ویں شب میں قیام، یہ ہمیں ایک الہامی سکیم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن جب تک ہم اپنے آپ کو اللہ کی رحمت کا مستحق ثابت نہیں کریں گے، اس کی رحمت متوجہ نہیں ہوگی۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے اللہ کے دین کے ساتھ جو ہم نے بے وفائی کر رکھی ہے اس سے ہمیں توبہ کرنی پڑے گی۔ اپنی ذات پر اللہ کے دین کا نفاذ جہاں فوراً ممکن ہے کرنا پڑے گا۔ پھر اپنے دائرہ اختیار میں اللہ کے دین کا نفاذ جو فوراً ممکن ہے کرنا پڑے گا۔ پھر ریاست کی سطح پر دین کو غالب کرنے کی جدوجہد کرنا پڑے گی۔ ہم نے 75 سال میں بہت سے یوٹرن لیے۔ اگر قوم یہ والا یوٹرن لے لے کہ معصیت کو چھوڑ کر فرمانبرداری، غداری کو چھوڑ کر وفاداری، سرکشی کو چھوڑ کر اطاعت گزاری کی روش پر آئے اور جس دین کے نام پر ملک لیا تھا اس کی طرف ہم پلٹ آئیں تو اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر ہے۔ آج بھی وہ ہمارے حالات کو سنوار دے گا۔ ان شاء اللہ

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے کمپوزر محمد خلیق کے والد صاحب بیمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ کراچی وسطی، گلشن جمال کے نقیب دانش احمد کے والد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-2185575

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے کارکن حافظ مشتاق ربانی کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے رفیق شیراز حسن کے چچا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0345-9750417

☆ حلقہ اسلام آباد چک شہزاد کے ملتزم رفیق محمد اشفاق کے بہنوئی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-9547647

☆ ملتان شمالی کے نقیب اسرہ عبدالکریم کے سسر وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0321-7981982

☆ حلقہ پنجاب جنوبی ڈی جی خان کے نقیب منصور احمد لغاری کا بھتیجا وفات پا گیا۔

برائے تعزیت: 0333-8586681

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے رفیق سید ظفر حسین شاہ کے نانا وفات پا گئے۔

برائے تعزیت۔ 0319-7983115

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ایک ایسا طرزِ حکومت جو پہلے ہی انسانی مسائل حل کرنے میں ناکام ہے ہم نے اس کو بھی بگاڑ کر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے: ایوب بیگ مرزا

الیکشن کے ذریعے صرف چہرے بدلتے ہیں اس ملک کے حالات میں تبدیلی صرف ایک مکمل اسلامی انقلاب سے ہی آسکتی ہے جس میں نظام بدل جائے: خورشید انجم

یورپ میں اس وقت جمہوریت کے باوجود بے روزگاری، مہنگائی اور بے گھر ہونے کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے: رضا الحق

پاکستان کے مسائل کا حل: جمہوریت، آمریت یا کچھ اور؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: پاکستان کی جمہوری حکومتیں ابھی تک پاکستان کی صورت حال کو بہتر کیوں نہیں کر سکیں؟

ایوب بیگ مرزا: سب سے پہلے یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ جمہوریت کوئی نظام نہیں ہے، یہ سرمایہ دارانہ نظام کی چھتری کے نیچے ایک طرزِ حکومت ہے جبکہ اصل نظام سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ جہاں تک مغرب کا تعلق ہے تو اس کے کئی دانشور جمہوریت کے حوالے سے یہ دعویٰ کر چکے ہیں: "This is the end of history." یعنی اس کے بعد اب کوئی بہتر طرزِ حکومت آنا ناممکن ہے، اس طرزِ حکومت پر آکر تاریخ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اب یورپ میں ہی اس پر سوالات کھڑے ہو گئے ہیں اور یہ باتیں سامنے آنا شروع ہو چکی ہیں کہ جمہوریت ایک ناکام طرزِ حکومت ہے۔ پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں مغرب کی اس ناکام اور ادھوری جمہوریت کو بھی ٹھیک طرح سے اپنایا ہی نہیں گیا۔ اگرچہ جمہوریت میں بہت ساری خرابیاں ہیں لیکن کچھ اچھائیاں بھی ہیں۔ ہم نے چن چن کر جمہوریت کی ساری برائیاں اپنے طرزِ حکومت میں اکٹھی کر لیں اور اچھائیوں کو اس کے قریب نہیں آنے دیا۔ کسی اچھائی نے دراندازی کر لی ہو تو وہ بات الگ ہے۔ لہٰذا ایک ایسا طرزِ حکومت جس کے بارے میں پہلے ہی اختلاف ہے کہ وہ انسانی مسائل حل کر سکتا بھی ہے یا نہیں اس کو بھی ہم نے بگاڑ کر اپنے اوپر مسلط کیا ہوا ہے۔ میں مثال پیش کرتا ہوں کہ ہمارے ہاں جو جمہوری وزیراعظم آئے ہیں ان کا آپ رویہ چیک کر لیں۔ ان کے آمرانہ رویہ میں بادشاہی نظام والی خرابی بھی ہے، موروثیت بھی ہے۔ اسی طرح یہاں پارلیمنٹ میں جب بل پیش ہوتا ہے تو اراکین اسمبلی کو بھی پہلے سے پتا نہیں ہوتا، انہیں صرف اتنا بتایا جاتا ہے کہ آج ایک اہم اجلاس ہونا ہے۔ جب اجلاس شروع ہوتا ہے تو تب وہ بل اراکین اسمبلی کو تھما دیا جاتا ہے اور اکثر پڑھے سمجھے بغیر محض پارٹی کی پالیسی کی بنیاد پر اس کے حق میں رائے دے دیتے ہیں۔ حالانکہ انہیں پتا بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اندر لکھا کیا ہے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

حالانکہ جمہوری طریقہ یہ ہے کہ بل پہلے اراکین میں تقسیم کیا جاتا ہے، انہیں اس کی تفصیل بتائی جاتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں جو انداز اختیار کیا جاتا ہے یہ تو جمہوریت پر ایک طعن ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں جمہوریت ہے وہاں بھی انسانی مسائل نہیں حل ہو سکے۔ مثال کے طور امریکہ اور یورپ میں آج بھی عوام مظاہرے کر رہے ہیں۔ حالانکہ مغرب اور امریکہ کی جمہوریت ہمارے ہاں کی جمہوریت سے ہزار گنا بہتر ہے۔ وہاں رفاہ عامہ کے معاملات، لوگوں کی ضروریات زندگی فراہم کرنا حکومتوں کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن ہمارے ہاں صرف اور صرف ذاتی مفادات کے لیے سیاست ہوتی ہے، چاہے ملک اور قوم کو کتنا ہی نقصان ہو۔ بہر حال جمہوریت جو پہلے ہی انسانی مسائل حل کرنے میں ناکام ہے ہم نے اس کو بھی بگاڑ کر اپنے اوپر مسلط کر لیا۔

سوال: جمہوریت کے مقابل کے طور پر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آمریت میں لوگوں کے مسائل کا حل ہے؟

خورشید انجم: عرض یہ ہے کہ باطل کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوتی وہ حق کی ہی کچھ باتوں کو لے کر اس کے سہارے کھڑا ہوتا ہے۔ جمہوریت کے اندر بھی انہوں نے اسلام کی بعض چیزوں کو لیا ہے جس کے سہارے وہ دنیا کو لبھاتے ہیں۔ جب اُمت مسلمہ کے اندر شورائیت اور خلافت کا نظام تھا تو اس وقت یورپ بادشاہت، پاپائیت، جاگیرداری کے جبر و استبداد اور جہالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسلام سے ہی انہوں نے روشنی لی۔ یہ انسانی حریت، اخوت، مساوات یہ سب چیزیں حضور ﷺ کا عطا کردہ تحفہ ہیں۔ یورپ کے لوگ قرطبہ، غرناطہ اور بغداد کی یونیورسٹیوں سے پڑھ کر گئے تھے، پھر وہاں ایک انقلاب آیا۔ اس کے نتیجہ میں وہاں بادشاہت، پاپائیت، جاگیرداری ختم ہوئی لیکن پھر خرابی یہ پیدا ہوئی کہ کچھ عرصہ بعد سرمایہ داروں کی حکومت آگئی۔ یعنی وہی جبر و استبداد کا نظام اپنا بھیس بدل کر دوبارہ آگیا۔ اسی کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب

مغرب نے کچھ اچھی چیزیں بھی اختیار کی ہیں لیکن اصل میں وہی دیو استبداد ناچ رہا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ وہاں کمیونزم آیا۔ اگر کیپیٹلزم اتنا اچھا نظام ہوتا تو اس کے ردعمل میں کمیونزم کیوں آتا؟ کمیونزم اسی لیے آیا کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں بدترین عدم مساوات پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض جمہوری ممالک بھی کمیونزم کی طرف آئے۔ جہاں تک آمریت کا معاملہ ہے ہمارے ہاں تو ہمیشہ ہی آمریت رہی ہے۔ چاہے وہ سول آمریت ہو یا فوجی آمریت ہو۔ خاکی گملے میں پودا لگایا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں پارلیمانی طرزِ حکومت میں جس طرح نوازنے کے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں وہ ہماری معاشی بدحالی کی اصل وجہ ہیں۔ آپ کابینہ کا حجم دیکھ لیں، پارلیمانی سیکرٹریز دیکھ لیں۔ ہمارے ہاں سیاست اس

لیے کی جاتی ہے کہ کیسے راتوں رات امیر بنا جائے۔ جاگیردار اور سرمایہ دار اپنے سرمائے اپنی جاگیروں کو محفوظ رکھنے کے لیے سیاست میں آتے ہیں اور اثر ورسوخ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن آمریت میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس میں آمر اپنے آپ کو ہی عقل کل سمجھتا ہے، شخصی آزادی کو دبایا جاتا ہے، پریس کو بھی دبایا جاتا ہے، ایک یک رخا پن ہوتا ہے اور فرعونیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جمہوریت میں عوام کے نمائندوں کو عوام میں بھی جانا ہوتا ہے، عوام سے ووٹ لینے ہوتے ہیں اس لیے وہ عوام کے کچھ کام کر بھی دیتے ہیں لیکن آمریت میں یہ لحاظ بھی نہیں رکھا جاتا۔ غلام اسحاق خان کا تعلق بنوں سے تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں نے کون سے ووٹ لینے ہیں کہ میں اپنے علاقے کے لوگوں کے کام کروں، میں تو اپنے زور بازو پر ترقی کرتا ہوا یہاں پہنچا ہوں۔ ان سب خرابیوں کی وجہ سے آمریت تو قطعاً حل نہیں ہے۔ پاپائیت اور آمریت سے نوع انسانی ایک چھلانگ لگا کر جمہوریت کی طرف آئی ہے۔ جمہوریت میں بھی اس کو اپنے دکھوں اور غموں کا مداوا نہیں ملا۔ پھر وہ کمیونزم کی طرف بھاگ گئی اور وہاں بھی اس کو مرہم نہ ملی۔ انسانیت اس وقت عدل کی تلاش میں ہے۔ پاکستان سب سے زیادہ اس تلاش میں ہے۔ یہاں جتنا عدم توازن ہے، یہاں جتنی عدل کی ضرورت ہے شاید ہی کسی دوسرے ملک میں ہو۔ ہم سے جدا ہونے والا بنگلہ دیش کہاں پر پہنچ گیا۔ انہوں نے بنگلہ دیش بنالیا ہم نے کنگلا دیش بنا دیا۔

سوال: مغرب کے اندر جمہوریت کے ثمرات نظر آتے ہیں۔ مغرب نے جمہوریت کی کیا اچھائیاں لی ہیں اور ان کے اثرات کتنے دیرپا ثابت ہوں گے؟

رضاء الحق: مغرب کا معیار دوہرا ہے۔ وہ اپنے ہاں آمریت کو رد کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ جبکہ دوسرے ممالک میں جیسے ان کے مفادات ہوتے ہیں اسی طرح کا طرز حکومت لے کر آتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے دیکھا کہ پاکستان کی آمریت ہمارے لیے فائدہ مند ہے تو یہاں آمریت لائی گئی۔ کیونکہ ان کو ایک ہی مقام سے اپنے کام کروانے کے لیے ایک ون ونڈو پالیسی چاہیے ہوتی ہے۔ اسی طرح ان کے مفادات ہیں تو مشرق وسطیٰ میں بادشاہتیں کھڑی کر دی ہیں جبکہ روس اور چین میں مغرب جمہوریت چاہتا ہے۔ اس کے ردعمل میں چین اور روس نے نسبتاً آمرانہ مزاج کو اختیار کیا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ مغرب جمہوریت کے ذریعے بھی دوسرے ممالک میں عدم استحکام کے کھیل کھیلتا ہے، وہ میڈیا اور نصاب تعلیم کو بھی ٹول کے طور پر استعمال کرتا ہے، اسی طرح وہ این جی اوز کے ذریعے معاشرتی نظام پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اسی طرح ڈالر بھی ان کا ایک بڑا ہتھیار ہے، انہوں نے طے کر دیا کہ ساری دنیا کی تجارت ڈالر میں ہوگی۔ ڈالر ایک ایسی ہارڈ کرنسی بن گئی ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی کرنسی نہیں کر سکتی۔ یہ سب مغرب کے مختلف ہتھیار ہیں۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام اور جمہوریت کے ذریعے لوگوں کو زندگی گزارنے، جینے اور ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے ایک خاص حد تک فوائد بھی پہنچائے۔ اسی وجہ سے ہمارے لوگ بھی یورپ جاتے ہیں لیکن کسی بڑے مقصد کے لیے وہ عوام کو تیار نہیں کرتے۔ برطانیہ میں پاکستانیوں کو جو تعلیم دی جاتی

> **پاپائیت اور آمریت سے نوع انسانی ایک چھلانگ لگا کر جمہوریت کی طرف آئی ہے۔ جمہوریت میں بھی اس کو اپنے دکھوں اور غموں کا مداوا نہیں ملا۔ پھر وہ کمیونزم کی طرف بھاگ گئی لیکن وہاں بھی اس کو مرہم نہ ملی۔ انسانیت اس وقت عدل کی تلاش میں ہے۔**

ہے اس میں پڑھایا جاتا ہے کہ بہتر شہری کس طرح بننا ہے لیکن یہ ہرگز نہیں بتایا جاتا ہے کہ ایک اچھا لیڈر کیسے بننا ہے۔ یعنی لیڈرشپ وہاں بھی ایک خاص طبقہ اشرافیہ کے قبضہ میں ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ میں 2020ء کے الیکشن میں دونوں طرف کے صدارتی اُمیدواروں نے الیکشن مہم پر 14 سے 18 بلین ڈالرز خرچ کیے۔ یقینی طور پر امریکہ میں بھی ایک عام شہری صدارتی اُمیدوار نہیں بن سکتا، وہاں بھی یہ حق صرف سرمایہ دار کے پاس ہی ہے۔ یقیناً یہ برائی پوری دنیا میں اس وقت موجود ہے۔ چونکہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سودی معیشت پر کھڑی ہے اور اس میں بینکنگ کا بہت اہم رول ہے اس لیے جب بھی مغرب میں مشکل معاشی حالات آتے ہیں تو سب سے زیادہ نقصان عوام کا ہی ہوتا ہے کیونکہ ان کو جتنے فوائد مل رہے ہوتے ہیں وہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ترقی یافتہ مغربی ممالک میں بے روزگاری اور انفلیشن کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ اس وقت وہاں بے گھر لوگوں کی تعداد بھی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ یعنی یورپ میں بھی اب جمہوریت کے فوائد کم ہونا شروع ہو چکے ہیں۔

خورشید انجم: مغرب میں اس وقت کچھ اچھائیاں اگر نظر آرہی ہیں تو وہ اسلام سے ہی حاصل کردہ ہیں۔ اسلام نے شورائیت کا تصور دیا وہاں سے ہی مغرب نے جمہوریت کا بھی تصور لیا۔ اسی طرح سوشل سیکورٹی کا سسٹم بھی مغرب نے اسلام سے لیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا مشہور قول ہے کہ دجلہ اور فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوک اور پیاس سے مرجائے تو قیامت کے دن عمر سے پوچھ ہوگی۔ سکینڈے نیوین ممالک میں آج بھی عمر لاء کے نام سے وہ قانون موجود ہے۔

سوال: مغربی جمہوریت کی اچھی چیزیں جو اصل میں ہماری تھیں یہاں کیسے آسکتی ہیں؟ جن کی وجہ سے پاکستان کا پڑھا لکھا بندہ یہیں ہی رہنا چاہے۔

ایوب بیگ مرزا: اس وقت ہمارا حال عملی طور پر پدرم سلطان بود والا ہوگیا ہے۔ اگرچہ اس سے انکار ہرگز نہیں کیا جاسکتا کہ جس طرح کا نظام ہمیں عطا کیا گیا ہے اور جس طرح کا خلفائے راشدین کا طرز حکومت تھا اس کی مثال بھی دنیا میں نہیں ملتی لیکن وہ حالات آج بھی اسی طرح آسکتے ہیں جس طرح اُس وقت آئے تھے۔ آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ آج وہ معیار قائم نہیں ہو سکتا لیکن بہتری اسی صورت میں آئے گی جس صورت میں اُس وقت وہاں آئی تھی۔ اس کے لیے دونوں سطحوں پر کام کی ضرورت ہے۔ یعنی فرد کی سطح پر بھی اصلاح کی جائے اور اجتماعی سطح پر بھی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا جائے۔ فرد بھی اپنی ذات میں ایک اچھا مسلمان بن جائے، مومن بن جائے اور نظام بھی مومنانہ ہو جائے۔ تب وہ صورت حال پیدا ہوسکتی ہے کہ ہم نظام کی برائیوں سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ اس کے بغیر کوئی بھی نظام لے کر آجائیں، چاہے امریکہ کے ہی نظام کو اٹھا کر یہاں لے آئیں لیکن اگر بندے دیانتدار نہیں ہیں تو برائیاں ختم نہیں ہوں گی۔ یہ دیانتداری اُخروی جوابدہی کے احساس سے ہی آئے گی۔ ورنہ ہر صورت میں کہیں نہ کہیں ظلم اور استحصال ہوگا۔ مثال کے طور پر امریکہ اور یورپ میں بظاہر کچھ بہتری ہے تو وہ اس اجتماعی سوچ کی وجہ سے ہے کہ ہماری قوم اور ملک کا فائدہ کس میں ہے۔ لیکن اپنی قوم اور ملک کے فائدہ کے لیے وہ دوسرے ممالک کو تباہ و برباد کردیتے ہیں تو یہ ظلم و استحصال ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں اجتماعی سوچ کی بجائے ذاتی مفاد کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یعنی یہ سوچا جاتا ہے کہ میرا فائدہ کس میں ہے ملک اور قوم کو چاہے کتنا ہی نقصان پہنچے لیکن میری ذات کو فائدہ پہنچ جائے۔ یہ بھی ظلم و استحصال ہے۔ ان

دونوں صورتوں کی بجائے آخرت کے لیے کام کرنا آئیڈیل ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ آخرت کے لیے کام کرنے سے دنیوی معاملات خود بخود سنور جائیں گے۔

سوال: اگر پاکستان میں ایماندار آدمی وزیر اعظم بن جائے تو کیا وہ ملک کے حالات بہتر کر سکتا ہے؟

خورشید انجم: یہ تو معجزہ ہی ہوگا۔ کیونکہ وزیر اعظم کے عہدے تک ایمانداری کے ساتھ آنا ہی ممکن نہیں ہے۔ پھر بھی اگر ایماندار وزیر اعظم بن جاتا ہے تو وہ اکیلا مطلوبہ بہتری ہرگز نہیں لاسکتا۔ اس کے ساتھ پوری کابینہ ہوگی، اس کی پارٹی ہوگی، پوری بیوروکریسی اپنی جگہ ہے جس نے عملی کام کرنا ہوتا ہے۔ پھر ہماری کابینہ کا حجم، ان کے پروٹوکول، ان کی عیاشیاں، یہ سب چیزیں اثر انداز ہوں گی۔ لہٰذا ایک وزیر اعظم ٹھیک ہونے سے یہ معاملہ حل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اوپر سے نیچے تک تمام شعبوں میں کینسر کی طرح بگاڑ پھیلا ہوا ہے۔ تھانے، ہسپتال، کورٹ کچہری میں جائیں تو وہاں رشوت کے بغیر کام ہی نہیں ہوتا۔

سوال: اگر وزیر اعظم اور اس کی کابینہ اور پارٹی بھی ایماندار لوگوں پر مشتمل ہو پھر یہ معاملہ حل ہو سکتا ہے؟

رضاء الحق: اصل میں ہمارے ہاں قومی مفاد کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ مصر میں جمہوریت کے ذریعے ہی جون 2012ء میں اخوان المسلمون کی حکومت آئی اور جون 2013ء میں اس کو ختم کروا دیا گیا۔ حالانکہ صدر مرسی کے کردار اور خلوص پر کوئی شک نہیں کیا جاسکتا اور ان کی ٹیم میں بھی اکثریت اچھے لوگوں کی تھی لیکن عالمی طاقتوں کو مصر میں اچھے لوگوں کی حکمرانی قابل قبول نہیں تھی۔ امریکی سفیر این پیٹرسن جو پاکستان میں بھی رہی ہیں اُس وقت مصر میں وہ آپریشن خود مانیٹر کر رہی تھی جب مصری فوج نے الاخوان المسلمون کا تختہ اُلٹ کر جنرل سی سی کو تخت پر بٹھایا۔ سی آئی اے اس پورے آپریشن میں ملوث تھی۔ وہاں ایک جمہوری حکومت کو ہٹا کر ایک ڈکٹیٹر کو اس لیے لایا گیا تاکہ امریکہ، اسرائیل اور دوسری عالمی طاقتیں مصر اور خطے میں اپنے مقاصد حاصل کر سکیں۔ لیکن خود مصر کی اسٹیبلشمنٹ، عدلیہ اور بیوروکریسی بھی بیرونی ایجنڈے کے ساتھ ہو گئی اور انہوں نے قومی مفاد کو ترجیح نہیں دی۔ یہاں تک کہ عوام کی خاموش اکثریت نے بھی الاخوان کی حکومت کا ساتھ نہ دیا۔ اگر یہ سارے عوامل موجود ہوں اور لوگوں کی ایک خاموش اکثریت بھی آپ کے ساتھ نہ ہو، ساتھ اقتدار کی کھینچا تانی بھی چل رہی ہو تو آپ خود چاہے جتنے بھی اچھے ہوں اور جتنی اچھی ٹیم لے کر آجائیں آپ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد فرمایا کرتے تھے کہ اگر سینٹری فیوگل فورسز (تار پور بکھیرنے والی طاقتیں اور عوامل) زیادہ طاقتور ہوں تو آپ کوئی بھی نظام لے آئیں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

سوال: یہ بڑی مایوس کن بات ہے کہ اگر پارٹی اور اس کا سربراہ، صدر سب اچھے لوگ آگئے پھر بھی کامیابی نہیں مل سکی تو ہم کہاں کھڑے ہوئے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات اپنی جگہ ٹھیک ہے مگر میں اس سے تھوڑا سا اختلاف کروں گا کہ کم از کم ایماندار وزیر اعظم ہو تو اس سے بہتری کے حوالے سے کم از کم انیس بیس کا فرق تو ضرور پڑے گا۔ اگرچہ بعد میں اس بہتری کو بھی نہیں رہنے دیا جائے گا یا تو اس کو اسٹیبلشمنٹ ہٹا دے

> **ہم سے کٹ جانے والا بنگلہ دیش ترقی کر کے کہاں پر پہنچ گیا۔ انہوں نے بنگلہ دیش کو ایک مستحکم اور خوشحال بنگلہ دیش بنا لیا جبکہ ہم نے غلط پالیسیوں اور کرپشن کی وجہ سے پاکستان کو "کنگلا دیش" بنا لیا۔**

گی یا عدلیہ نااہل قرار دے دے گی یا قانون ساز اسمبلی اس کو سائیڈ پر لگا دے گی۔ ایسے آدمی کو بالکل چلنے نہیں دیا جاتا۔ پاکستان میں ایک اچھے عہدے پر ایک دیانتدار آدمی چلا جائے تو اس کی کرسی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ آج سے دس پندرہ سال پہلے کا ایک واقعہ اس حوالے سے خبروں کی زینت بنا کہ پاکستان کے ایک دیانتدار آفیسر نے پاکستان کے لیے جرمنی سے چاول کے چھ پلانٹس خریدے۔ جرمن آفیسرز نے اس خوشی میں اس کو کچھ دینا چاہا۔ اُس آفیسر نے کہا کہ مجھے نہ دو بلکہ پاکستان کے پلانٹس میں ایک کا مزید اضافہ کر دو۔ اس دیانتداری کا یہ نتیجہ نکلا کہ آتے ہی اس آفیسر کو فارغ کر دیا گیا۔ ایک دیانتدار آفیسر کا پاکستان میں جب یہ حال ہوگا تو وزیر اعظم جیسے اعلیٰ عہدے پر بیٹھنے والے دیانتدار آدمی کا کیا انجام ہوگا۔ اس کو تو چند ماہ بھی نہیں چلنے دیا جائے گا۔ لہٰذا جب تک ایک خاص طبقہ میں نیکی، خیر اور اچھائی کی صفات پیدا نہ ہو جائیں تب تک اس حوالے سے کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی۔

سوال: ہمارے ہاں معاشرے میں کرپشن سرایت کر چکی ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کیسے اس ملک کے حالات ٹھیک کیے جاسکتے ہیں؟

خورشید انجم: کوئی دیانتدار اوپر بھی آجائے تو اس نے نظام تو یہی چلانا ہے۔ صرف چہرہ ہی بدلے گا لیکن نظام وہی رہے گا۔ اس لحاظ سے اوور آل کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جہاں تک حالات بدلنے کی بات ہے تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا قول ہے جسے امام مالکؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ اس اُمت کے آخری حصہ کی اصلاح نہیں ہوگی مگر اس طریقے پر جس پر پہلے حصے کی ہوئی تھی۔ یعنی منہج رسول ﷺ پر چل کر ہی بہتری اور تبدیلی آسکتی ہے۔ پہلے دعوت دی جائے گی۔ اس کے نتیجے میں کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنہوں نے اپنی ذات اور اپنے دائرہ اختیار میں شریعت کو نافذ کیا ہو۔ ایسے لوگ اگر معاشرے سے اسلام کا مطالبہ کریں گے تو لوگ اثر بھی لیں گے ورنہ بے عمل مسلمان اس طرح کے مطالبے میں خود مخلص نہیں ہوتا۔ اس ملک کے حالات ایک انقلاب کے ذریعے ہی بدل سکتے ہیں جس سے مکمل تبدیلی آئے گی۔ یہ تبدیلی الیکشن کے ذریعے سے نہیں آسکتی کیونکہ الیکشن کے ذریعے صرف چہرے تبدیل ہوں گے۔ اگر معجزانہ طور پر اچھے لوگ آ بھی گئے تو نظام وہی پرانا اور فرسودہ رہے گا اور ایسا نظام اچھے لوگوں کو قبول بھی نہیں کرے گا۔ لہٰذا انقلاب ایک تحریک کے نتیجے میں ہی آسکتا ہے جیسے ایران میں ہوا۔ مصر میں بھی یہی ہوا کہ تحریر اسکوائر میں احتجاجی تحریک چلی تب جا کر حسنی مبارک فارغ ہوا۔ ہمارے ملک میں بھی اس طرح کی تحریکیں چلی ہیں۔ بہرحال ایک مطالباتی احتجاجی تحریک جو انقلابی تحریک ہو، جس میں ایک معتدبہ تعداد موجود ہو، جس میں ایک خاموش اکثریت موجود ہو اس کے نتیجے میں یہاں انقلاب آئے گا ورنہ چوہے بلی کا کھیل اسی طرح چلتا رہے گا اور نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔

سوال: عوام کو کیسے باور کرائیں کہ اس ملک کے حالات اسلام کے ذریعے ٹھیک ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: سوال یہ ہے کہ کیا آپ کو انسانی تاریخ میں کوئی ایسا نظام نظر آتا ہے جس نے انسانیت کو اتنی سہولتیں، فائدے اور اچھائیاں دی ہوں جتنی اسلام نے دی ہیں۔ دنیا میں اس کی کہیں مثال ہی نہیں ملتی۔ خلیفہ وقت اپنے غلام سے پوچھے کہ جو کھانا تم مجھے دے رہے ہو وہ عوام کو بھی میسر ہے؟ اگر میسر نہیں ہے تو پھر اس کو اُٹھا لو، اور یہ جذبہ خوف خدا کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اصل چیز ہی یہی ہے کہ جب تک خوف خدا پیدا نہیں ہوگا تب تک تبدیلی ممکن ہی نہیں۔ دنیا کے کسی نظام میں یہ مثال

نہیں ملتی کہ وقت کا حکمران ایک غلام کے ساتھ سفر میں جا رہا ہو اور باری باری دونوں سواری کا بھی استعمال کرتے ہوں اور پھر پیدل بھی باری باری چلتے ہوں۔ لہٰذا نقشہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم اسی نقشے کے مطابق چلیں گے تو معیار تک پہنچیں گے اور کسی حد تک اپنے ہدف کو حاصل کر پائیں گے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے مغرب میں بہت ترقی کی لیکن آج وہاں کتنی سلیپنگ پلز استعمال ہونے لگی ہیں، طلاقیں کتنی ہونے لگی ہیں، لوگوں کے جھگڑے کتنے بڑھ گئے ہیں، خاندان اور زندگی بے سکون کیوں ہیں؟ جبکہ اسلامی نظام میں امن وسکون بھی تھا اور لوگوں کو دنیوی سہولتیں اور مراعات بھی حاصل تھیں۔

رضاء الحق: دنیا کا دیگر ہر نظام صرف دنیا کے حصول کی دوڑ میں لگا رہتا ہے، صرف اسلام ایک ایسا واحد دین ہے جو ہمیں بتاتا ہے کہ دنیا دارالعمل ہے جبکہ دارالجزاء کہیں اور ہے۔ جب دارالجزاء یعنی آخرت کو مدنظر رکھا جائے گا تو انسانی زندگیوں، معاشروں اور ممالک میں سدھار آئے گا۔ اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام ہی وہ بہتر نظام ہے۔

خورشید انجم: ہمارے ہاں اسلام کے حوالے سے بہت غلط فہمیاں بھی ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اسلامی نظام صرف شرعی سزاؤں کے نفاذ کا نام ہے۔ یقیناً یہ سزائیں بھی ہیں لیکن یہ بعد میں ہیں۔ پہلے اسلام کی فلاحی ریاست ہے جس میں لوگوں کو بنیادی ضروریات (روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم، صحت) فراہم کی جاتی ہیں۔ پھر دوسرے حقوق دیے جاتے ہیں۔ بنیادی طور پر اسلام ایک فلاحی ریاست کا تصور دیتا ہے۔ اس کے بعد اگر کچھ ہوتا ہے تو پھر سزائیں بھی ہیں۔ ہم اسلام کا ایک حصہ لے لیتے ہیں اور دوسرا حصہ چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ غلط تصور جب بعض لوگ پیش کرتے ہیں تو پھر اس کے نتائج منفی نکلتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: یورپ میں عورت کے حقوق اور آزادی کے نام پر عورت کو گھر سے نکال کر اشتہاری شے بنا دیا گیا۔ اس کو برہنہ کرکے بے عزت کر دیا گیا جبکہ عورت کو اصل عزت، توقیر اور حیثیت اسلام نے دی ہے۔ لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ عزت کس میں ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

جو گناہ کریں وہی معتبر......

عامرہ احسان
emira.pk@gmail.com

معاشی سیاسی حالات کی ابتری نہایت پریشان کن ہے۔ ذمہ دار یقیناً قوم کے بھی مقتدر طبقات ہیں۔ ان کی اپنی بے محابا دولت، ملک چھوڑ جانے کی سہولت اور باہر عیش وراحت کے اسباب کی فراوانی انہیں فرانسیسی انقلاب سے پہلے فرنچ شہزادی والی ذہنیت دے چکی ہے۔ 'کھانے کو روٹی میسر نہیں (آٹا ندارد) تو کیک کیوں نہیں کھا لیتے' (پیٹ پونچھے)؟ ہمارے والے کہتے ہیں: عوام مرغی نہ کھائیں، چائے چھوڑ دیں۔ ہر مہنگی چیز چھوڑ کر سستی سوگ کھائیں؟ آٹے کے لیے لامتناہی قطاروں اور بھگدڑ میں مر جانے والے گھر کے کفیل کی فکر کون کرے گا؟ خوش باش طبقہ موسیقی کی تانوں میں کراچی میں سالانہ فوڈ فیسٹول جوش وخروش سے منا رہا ہے۔ یوں بھی وہاں آٹا کم اور گوشت زیادہ فراواں ہوتا ہے جہاں ڈھائی لاکھ افراد (فرنچ شہزادی مزاج) متوقع تھے۔ (آخری دن موسیقی اور رقص کے بیچ ہلڑ بازی، خواتین پر ہراسانہ حملے ہمیشہ کی طرح انجام ٹھہرا۔)

چودھری پرویز الٰہی کی بھی سنیے۔ گجرات یونیورسٹی میں خطاب کرتے فرمایا کہ ورلڈ بینک کے اشتراک سے دو یا کم بچوں والے خاندان کو تحدیدِ آبادی کارنامے پر (بطور انعام) 60ہزار روپے راشن کے لیے ماہانہ دینے کا پروگرام بن رہا ہے، جن کے زیادہ بچے ہوں وہ بھوک کی سزا کاٹیں یا ''فالتو بچے'' بحق سرکار ضبط ہوں؟ اگرچہ 'احساس پروگرام' کے بینر تلے ہوگا! آبادی پر ناگواری اور سزا کا 'احساس' مایہ ناز برطانوی وزیراعظم سر ونسٹن چرچل کی بھارت پر حکمرانی یاد دلاتا ہے۔ 1943ء میں بنگال کے 30 لاکھ لوگ قحط میں مر گئے۔ چرچل نے بھارت کو گندم کی فراہمی روک کر یورپیوں کے لیے گوداموں میں ٹنوں گندم ذخیرہ کیے رکھی، یہ کہہ کر کہ یہ خرگوشوں کی طرح بچے کیوں پیدا کرتے ہیں؟ ایک دو بچوں والے برگر خاندان تو راشن طلب ہوتے بھی نہیں۔ وہ جو زیادہ بچے پیدا کر کے ملک کو افرادی قوت فراہم کرتے ہیں، قیمتی زرمبادلہ ملکی معیشت مضبوط کرتا ہے، انہیں حقیر کرنا، سزا دینا مطلوب ہے؟ تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو (حکمرانی!) کیا ہے؟

معاشی شکنجے میں کساؤ کی بنا پر ہم چہار جانب ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ خدا خدا کر کے ہم نے امریکی کمبل سے جان چھڑائی تھی، بلکہ یوں کہیے کہ افغانستان میں ذلت آمیز شکست پر امریکا جھنجلاتا، بلبلاتا خود ہی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ اب ایک افغانستان سے بدلے چکانے کی ہوک نے ٹی ٹی پی کی آڑ میں پاکستان کو ورغلانے، استعمال کرنے کا ایک اور موقع نادر جان کر از سر نو پینگیں بڑھانے کی کوشش کی ہے۔ خود تو اب بھی گورے، مغربی سابق سورما، افغانستان کو چھیڑنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ وہ پاکستان سے ایک مرتبہ پھر کرائے کے ٹٹو کا کام لینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان کے اپنے خوف کا عالم تو یہ ہے کہ برطانوی پرنس ہیری نے ترنگ میں آ کر علی الاعلان بڑھک مار دی کہ: ''میں نے افغانستان میں جنگ کے دوران 25 افغان مارے۔ نہ اس پر کوئی اطمینان ہے نہ شرمساری۔ جنگ کی تپش میں دشمن جنگجو مارنا محض شطرنج سے مہرے ہٹانے کے مصداق ہوتا ہے۔ بروں کو ٹھکانے لگا دیا قبل اس کے کہ وہ اچھوں کو مار دیتے۔'' یہ کہنا تھا کہ ہیری کی شامت آ گئی۔ افغانوں نے تو گھرکنا ہی تھا پورے قہر وجلال سے۔ برطانویوں کو اپنی پڑ گئی۔ ان کے فوجی ذرائع نے فوراً اپنی ناپسندیدگی اس بیان پر ثبت کر دی۔ ''یہ بیان فوجی روایت کے خلاف ہے۔ اس سے خود ہیری اور برطانوی فوجیوں کو دنیا بھر میں خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔' ہیری بے چارے کو تو اب برطانوی پولیس کا تحفظ بھی حاصل نہیں ہے، 2020ء کے بعد سے۔ رہی برطانوی فوج، تو اس کے سپاہی تو آج بھی راتوں کو سوئے پڑے، 'طالبان، طالبان' کہتے لاشعور میں بیٹھے خوف کے

ہاتھوں اٹھ بیٹھتے ہیں۔ یہ تو پاکستان تھا جس نے 450 برطانوی فوجی اور 2500 امریکی فوجیوں کی اموات کے برعکس اس جنگ میں اپنی ایک لاکھ جانوں کی قربانی دے ڈالی۔ سو وہ (بجا طور پر) اب بھی ہم سے امید لگائے بیٹھے ہیں!

ادھر ہیری کو انس حقانی، اہم طالبان رہنما نے فوری جواب دیا: ''حقیقت تو یہی ہے کہ ہمارے بے گناہ عوام تمہارے سیاسی اور فوجی لیڈروں کے نزدیک صرف شطرنج کے مہرے تھے۔ تاہم (مت بھولو کہ) تمہیں سیاہ اور سفید چوکھوں کے اس کھیل میں شکست ہوئی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ عالمی عدالت (آئی سی سی) تمہیں طلب کرے گی یا حقوق انسانی کے واویلا کار تمہاری مذمت کریں گے، کیونکہ وہ بہرے اور اندھے ہیں تمہارے لیے، مگر انسانیت کی تاریخ میں یہ مظالم یاد رکھے جائیں گے۔'' ترجمان افغان وزارت خارجہ عبدالقہار بلخی نے کہا: ''ہیری کا تبصرہ قابض فوجوں کی طرف سے افغان عوام نے جو زخم کھائے ہیں، یہ اس المیے کی ایک جھلک ہے کہ کس طرح بے گناہوں کا بلا احتساب خون بہایا گیا، قتل کیا گیا۔' ایک برطانوی فوجی جو افغان جنگ میں دونوں ٹانگیں گنوا چکا ہے، کچھ وقت وہاں ہیری کے ساتھ بھی رہا، اس بیان پر چلا اٹھا: 'ہیری کو بکواس بند کرنے کی ضرورت کیا ہے!' (شٹ اپ) وہ جانتا ہے کہ افغانوں کے زخموں پر نمک چھڑکنا انہیں بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔''

یہ ہم ہیں جو اندھے، بہرے، غلام بنے نہ زمینی حقائق دیکھتے ہیں نہ آسمانی حقائق! نہ تاریخ کے اسباق جانتے ہیں نہ زیر زمین حقائق سے واقف ہیں...... جہاں ساروں کو جانا ہے، حساب اپنا چکانا ہے! پرویز مشرف کے احوال چھپائے گئے ہیں ورنہ نمونہ عبرت کے لیے پورے مسلم ملک کو کفر کی چاکری پر بیس سال لگانے کا خمیازہ بھگتنے کی ہولناک داستان ہے وہ۔ فاعتبروا! ازسرنو امریکا امریکا پکارنے کی اب کیا گنجائش ہمارے پاس باقی ہے۔ تازہ ترین لطیفہ یہ ہے کہ پنجاب اور (امریکی ریاست) کیلی فورنیا کے مابین خواہرانہ معاہدہ ہونے کو ہے۔ وہ پنجاب کی بہن (Sister State) قرار دی جا رہی ہے۔ صوبائی حکومت کے نمائندے اور یوسف رضا گیلانی اکٹھے جا رہے ہیں۔ (اگرچہ ہمارے اس صوبے اور وفاق کے تعلقات مخدوش ہیں، امریکا سے بہن تلاش کرنے چلے ہیں۔) یہ دوستانہ تعلقات کا دورانیہ 3 سال کا ہے! خیر سگالی کے اس اظہار میں سفارتی، اقتصادی، تعلیمی، ثقافتی دو طرفہ تعاون ہوگا۔ اگرچہ ہماری ساری غرض تو اقتصادی ہے۔ (تعلیم، ثقافت تو ہماری پہلے ہی امریکی ہے۔) یاد رہے کہ بھارتی پنجاب اور گجرات بھی کیلی فورنیا کے ساتھ اسی معاہدے میں جڑے ہیں۔ سو یوں بھارتی پنجاب اور مودی کا گجرات براستہ امریکا ہم سے سوتیلے خواہرانہ رشتے میں نتھی ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں جو پسو کھٹمل کاٹیں گے اس خواہرانہ قرب میں، ان سے اللہ بچائے۔ ویسے جس کیلی فورنیا جا رہے ہیں وہ طوفانوں میں ڈوبا، کیچڑ میں لت پت، ایمرجنسیوں کا مارا، بجلی ندارد، فلائٹس معلق، معطل۔ اللہ کی زبردست گرفت میں گھرا کھڑا ہے۔ مشتری ہوشیار باش!

یاد رہے کہ سال 2022ء میں امریکا میں 16 موٹی تباہیاں آئیں۔ ہر ایک نے ایک ارب ڈالر سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ کیلی فورنیا پر مسلط ہری کین (Twister)، مروڑ کر رکھ دینے والا (قوم عاد سے مشابہ) جنگلی تباہی پھیلا گیا ہے۔ اسی لیے اسے 'بم سائیکلون' کا نام دیا گیا۔ تند و تیز ہوائیں اور 43 فٹ کی لہریں سمندر میں اٹھیں۔ آسمان پر انہوں نے 'آسمانی دریا' کی موجودگی کا تذکرہ کیا۔ تصاویر میں فضائی کرۂ سماوی کا یہ دریا 100 میل لمبا، 620 میل چوڑا اور 1.8 میل گہرا سسٹم ہے۔ یہ بہت بڑے مسی سپی دریا سے بھی زیادہ پانی کے حامل نظام ہو سکتے ہیں سر پر معلق۔ علاقوں سے جابجا آبادی کا انخلاء ہوا ہے، جس سے اموات تو زیادہ نہیں ہوتیں مگر سیلاب، طوفان مل کر کچرا بنا ڈالنے کو کافی ہے۔ ٹوٹے درختوں کے ڈھیر، تاروں اور سائن بورڈوں کا گرنا، ٹوٹی سڑکیں، ڈوبے پل، لینڈ سلائڈنگ، 2 لاکھ بجلی کے بغیر، معاشی نقصان بے پناہ! وہ بھی کچھ جو ان کی مسلط کردہ جنگوں سے آبادی کے انخلاء کا المیہ ہر مسلمان ملک نے دیکھا، وہ اب مسلسل امریکا بھگت رہا ہے۔ کبھی مغربی ممالک، آزمائشوں کے پھیرے میں ہیں۔ ایک نمونہ برلن (جرمنی) میں نئے سال کی رات مناتے پولیس، آگ بجھانے والے اور ہنگامی امدادی عملوں پر 355 حملے ہوئے۔ (برلن کے علاوہ دیگر کئی شہروں میں بھی پٹاخوں، راکٹوں کے ذریعے۔) پولیس پر حملے ایک سال میں 689 سے بڑھ کر 39649 ہو گئے! کہتے ہیں جرمنی میں انتہا پسندی بڑھ گئی ہے! سر پکڑے بیٹھے ہیں! مگر (ہماری ہی طرح) اونٹ کا سا نادان جو نہیں جانتا کہ مالک نے باندھا کیوں اور کھولا کیوں۔ ہم احمقوں کی طرح پھر عازم امریکا ہیں، اللہ کی ایک سننے کے روادار نہیں! پناہ بخدا! ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ غضب ناک ہوا ہے۔ (کیونکہ) جس طرح کافروں کو مردوں (کے جی اٹھنے) کی امید نہیں، اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت (کے آنے) کی امید نہیں ہے۔'' (الممتحنۃ: 13) ہر نماز میں، سورۃ الفاتحہ میں مغضوب ضالین کی راہ سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ سوستیاناس اس سیکولرازم کا جو ہماری عقل و فہم چاٹ گئی۔ وہ فیصلے کرتے ہیں جو دنیا و آخرت میں تباہی کی یقینی سوداگری ہے۔ پاکستان اوپر کی سطح پر بالخصوص اور نیچے بھی بالعموم اسکینڈلستان اور فراڈستان بن چکا ہے۔ چہار جانب وہی ہے چال بے ڈھبی، بقول ڈاکٹر سید صغیر صفی:

مجھے خط ملا ہے غنیم کا......

جو میرے خلاف ہیں بولتے

انہیں نوکری سے نکال دو

جو ہیں بے خطا وہی دربدر

یہ عجیب طرز نصاب ہے

جو گناہ کریں وہی معتبر

یہ عجیب روز حساب ہے!

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 18 سال، تعلیم FSc کے لیے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0337-0437927

☆ بیٹی عمر 26 سال، تعلیم M.S Math، لیکچرار کے لیے نیک سیرت، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0342-2716919
0314-5761256

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

has reached deep into some religiously inspired movements too.

But let us not allow ourselves to be overwhelmed by pessimism, and let us not give up hope. A number of scholars and writers, including Dr. Israr Ahmad *(RAA)*, in the 20th Century made it crystal clear that Islam is a "Deen" and not merely a "religion" in the ordinary sense of the word. A religion, as commonly understood, is only a collection of metaphysical beliefs, rituals of worship and social customs and ceremonies. Deen, on the other hand, is a complete code of life that embraces all aspects of human existence, both individual and collective. It significantly affects and shapes the social, economic, and political spheres of collective life. According to Dr. Israr Ahmad, Deen, by its very nature demands its domination and ascendancy in society. If it is not dominant, it becomes relegated to the position of powerless "religion".

<u>Ref</u>: An excerpt from the English translation of the Book رسول انقلاب کا طریقِ انقلاب byDr Israr Ahmad *(RAA)*; "The Prophet's Strategy for Islamic Revolution"[Translated by Ms. Bir Gul Khan Bangash; Revised byDr. Absar Ahmad]

گوشۂ سود

سود کی حرمت کے حوالے سے اعتراضات اور اُن کے جوابات

چھٹا اعتراض: ربوا کے فیصلے کو حکومتی مشینری کے ذریعہ نافذ کرنا سنت نبوی کے خلاف ہے۔

جواب: حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ نے معارف القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں سود کی حرمت کے قانون کو رائج کرتے ہوئے فرمایا یہ قانون پوری انسانیت کی تعمیر اور صلاح وفلاح کے لیے ہے لہٰذا اس کا اطلاق نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں پر بھی ہوگا۔ آپ ﷺ نے فوری طور پر اپنے چچا حضرت عباس ؓ کے سود کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ سود کی ممانعت کے لیے ریاستی مشینری کا استعمال سنت کے خلاف ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ؒ نے تفہیم القرآن میں بیان فرمایا کہ سورۃ البقرہ کی آیت 279 کے نزول کے بعد اسلامی حکومت کے دائرے میں سودی کاروبار ایک فوجداری جرم بن گیا۔ عرب کے جو قبیلے سود کھاتے تھے' اُن کو نبی کریم ﷺ نے اپنے عُمال کے ذریعہ آگاہ فرمادیا کہ اگر اب وہ اس لین دین سے باز نہ آئے' تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ نجران کے عیسائیوں کو جب اسلامی حکومت کے تحت اندرونی خود مختاری دی گئی' تو معاہدے میں تصریح کردی گئی کہ اگر تم سودی کاروبار کرو گے' تو معاہدہ فسخ ہوجائے گا اور ہمارے تمہارے درمیان حالتِ جنگ قائم ہوجائے گی۔ آپ ﷺ نے جب اہل طائف سے امن کا معاہدہ کیا تو اس میں سودی لین دین کے خاتمے کی شرط لگائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا قول ہے کہ جو شخص اسلامی مملکت میں سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو خلیفۂ وقت کی ذمے داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑادے۔ (ابن کثیر) بحوالہ "سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات"، از حافظ انجینئر نوید احمد

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 272 دن گزر چکے!

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ صاحب کی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور مولانا ڈاکٹر راغب حسین نعیمی صاحب سے ملاقات

علماء ومشائخ اور دیگر دینی شخصیات سے ملاقات کے سلسلے میں 5 جنوری بعد از نماز مغرب امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ ؒ کی مولانا ڈاکٹر راغب حسین نعیمی سے جامعہ نعیمیہ میں ملاقات ہوئی۔ وفد میں ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی ڈاکٹر عطاء الرحمن عارف، امیر حلقہ لاہور شرقی نور الوری، ناظم تربیت حلقہ لاہور شرقی ڈاکٹر حسیب اسلم، ناظم دعوت شہباز احمد شیخ، مقامی امیر گڑھی شاہو عدیل آفریدی اور راقم بھی موجود تھے۔ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی صاحب نے وفد کا پرجوش انداز میں خیر مقدم کیا۔ دونوں شخصیات کے درمیان غیر رسمی اور خوشگوار انداز میں تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔ نعیمی صاحب نے بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے ساتھ اپنے والد محترم اور دادا جان کے دیرینہ تعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اب تیسری نسل کو اس تعلق کو نبھانے کی ضرورت ہے۔ دونوں شخصیات نے اس بات پر زور دیا کہ اپنے علمی اختلافات کو علمی مجالس تک محدود رکھتے ہوئے عوام الناس میں مشترکات پر بات کی جائے تو تشدد اور نفرت کے بجائے معاشرے میں الفت ومحبت کی فضا قائم ہوسکتی ہے۔ نعیمی صاحب نے جامعہ کا تعارف پیش کیا اور تدریسی سرگرمیوں سے وفد کو آگاہ کیا۔ امیر تنظیم اسلامی نے سکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کے لئے "علم فاؤنڈیشن کراچی" کے پلیٹ فارم سے تیار کردہ تمام مسالک کے نمائندہ علماء کا متفق علیہ مطالعہ قرآن نصاب کے ضمن میں اپنی کاوشوں کا بھی ذکر کیا۔ چائے سے فراغت کے بعد امیر تنظیم اسلامی نے بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تفسیر "بیان القرآن" کا ہدیہ نعیمی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد جامعہ کے مختلف شعبہ جات اور لائبریری کا دورہ کیا گیا۔ آخر میں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی اور ڈاکٹر سرفراز حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہم کی قبور پر دعائے مغفرت پر ملاقات اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ملاقات کو ہمارے لئے اپنی رضا ومحبت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

(رپورٹ: نعیم اختر عدنان، ناظم نشر واشاعت حلقہ لاہور شرقی)

The Revolution brought about by the Holy Prophet *(SAAW)*

It is an irony of history that quite in line with ancient times, in the present-day dominant mindset the secular and religious worlds/spheres are kept apart and thus operate under markedly different rules. The secular world adheres to the paradigm of power, in which domination and control are intrinsic values and effectiveness serves as an overarching criterion. "The end justifies the means" is the guiding principle of the secular world. The religions domain is, on the other hand, thought to be a world of sheer spirituality and utter goodness, one completely divorced from the secular world. Religious people are expected to eschew secular injustice and corruption, avoid politics and remain aloof from the state, instead of confronting and overcoming such developments. One is almost compelled to believe that "The City of God" and the 'city of man' can never intersect.

These two worlds were brought into a remarkable harmony for the first time under the principles of Islam. It was in the state of Madinah and Rightly Guided Caliphate that we first encounter a clearer example of polity where metaphysical beliefs and universally proclaimed moral values formed the criterion of political judgment and dispensation. Political leaders and statesmen were required to recognize not only the value of efficiency, but also the values of justice, dignity, equality and freedom. This important transformation was observed by no less a philosopher than Hegel (1770-1831 C.E), a leading European philosopher of history. In his 'Philosophy of History *(New York: Dove Publications, 1956 p-109)*', Hegel recognized that the unity between the secular and the spiritual took place in Islamic society and civilization long before it did so in the modern West:

"We must therefore regard [the reconciliation between the secular and spiritual] as commencing rather in the enormous contrast between the spiritual, religious principles, and the barbarian Real World. For spirit as the consciousness of an inner world is, at the commencement, itself still in an abstract form. All that is secular is consequently given over to rudeness and capricious violence. The Mohammedan principle, the enlightenment of the oriental world, is the first to contravene this barbarism and caprice. We find it developing itself later and more rapidly than Christianity; for the latter needed eight centuries to grow up into a political form."

Regrettably, contemporary Muslim societies have exceeded all others in decoupling the secular and the religious and now find themselves entangled in a crisis of legitimacy. It is particularly so in the case of Pakistan. Even more alarming is that this decoupling

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.04

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore